بعونہٖ تعالیٰ

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ

کی کتاب

مکتوبات صدی

کا

بامحاورہ اُردو ترجمہ

حصہ اوّل

از

جناب شاہ سید نجم الدین احمد صاحب فردوسی خانقاہ بہار شریف

مطبوعہ مطبع اتحاد بانکی پور پٹنہ

قیمت فی جلد عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صلی علی سیدنا محمد عدد خلقک ورضاء نفسک
وزنۃ عرشک ومداد کلماتک۔

امابعد حضرت والد ماجد سید شاہ برہان الدین احمد قدس سرہ
کا وصال ۱۲ صفر ۱۳۱۰ھ میں ہوا اسوقت میری عمر تقریباً چھ سال کی تھی۔ اور
حضرت جد امجد جناب حضور سید شاہ امین احمد فردوسی سجادہ نشین مخدوم جہاں قدس سرہ
کی مزید شفقت نے فوراً اپنے آغوش تربیت میں مجھے لے لیا جب میں سن وشعور
کو پہنچا تو پڑھنے لکھنے کی ہدایت ہونے لگی اور خاص توجہ سے اپنے بذات خود پڑھانا
لکھانا شروع کر دیا۔ آپ کے فیض محبت کا یہ حیرت انگیز اثر ہوا کہ تھوڑے
عرصہ میں نثر ملا ظہوری۔ قصائد عرفی۔ قصائد ظہیر فاریابی گل فردوس گل بہشتی
مثنوی مولانا روم مکتوبات امام مظفر۔ کیمیائے سعادت۔ مکتوبات صدی

وغیرہ کے پڑھنے اور سمجھنے کی پوری استعداد پیدا ہوگئی۔ اس درمیان میں بیعت
طریقت بھی لی گئی اور فیوض باطنی سے سرفراز کیا گیا وقتاً فوقتاً مسئلہ وحدت الوجود
اور حضرات خمس اور تنزلات ستہ کی بحث آتی گئی آپ کی تبلیغی قوت ان مسائل
کو بھی دلنشیں کرتی رہی۔ یکایک دور بدلا اور ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ
آپ کا سایہ عاطفت میرے سر سے اٹھ گیا۔ مع منعِ حق النظیر تسلی
بالآخر اسی وقت خیال تو ضرور پیدا ہوا کہ آپ کی سوانح عمری لکھ کر سرمایہ
آخرت جمع کروں۔ اور دل بیتاب کو تسلی دوں مگر مکروہات دنیاوی نے
ایسا سخت تعاقب کیا کہ فرار کی طرف راہ نہ ملی۔ آخر گھر کر ایک محدود
دائرہ میں سترہ سال تک بے مذاقی کی زندگی بسر کرنا پڑی۔ مگر بزرگوں
کا فیض رائگاں نہیں جاتا باوجود میری خرابیوں اور تباہ حالیوں کے
بھی اس نے ۱۳۳۴ھ میں اپنا نمایاں اثر ظاہر کیا اور پوری دستگیری
واعانت وامداد فرمائی چنانچہ میں نے قلیل مدت میں اس سوانح عمری کے
مواد جمع کر کے حیات نبات ایک پر مغز کتاب لکھ ڈالی۔ جو بالفعل زیر طبع ہے
پھر کیا تھا دیوانہ را ہوئے بس ست۔ اب دل پر بے شغلی و بیکاری بار گذرنے لگی
اگر کبھی کبھی شعر و سخن کی طرف دل مائل ہوا تو دو چار غزل لکھ ڈالی یا کبھی

کبھی نثر میں جی چاہا تو کچھ طبع آزمائی کرلی مگر اس سے وہ پیاس کب بجھتی ہے
اور سیری کب حاصل ہوتی ہے۔ طبیعت ان باتوں کی متلاشی رہی جن کو کان
سُن چکے تھے اور آنکھیں دیکھ چکی تھیں۔ چنانچہ میں نے از سرِ نو تصوف
کی اعلیٰ اعلیٰ کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ سبحان اللہ دیکھا تو ہر ایک
کتاب اپنے اپنے رنگ میں ایک خزانہ معرفت نظر آئی یہاں تک کہ مکتوبات صدی
حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین قدس سرہ کے دیکھنے کی نوبت
آئی اس کے حسن بیان اس کی دلفریبی نے مجھے تو اپنا والہ و شیدا بنا لیا
اور اس کے رموز غمز نے بالکل تاب و تواں چھین لی پھر اس بات کا خیال کر کے
بڑی حسرت اور نہایت درجہ افسوس ہوا کہ جس دریا میں ایسی دولت بے زوال
ایسے ایسے جواہر بے مثال موجود ہوں اس صوبہ اس علاقے کے لوگ ایسے غیر مانوس
ہوں کہ اردو کتابیں دیکھیں اور اس چشمۂ فیض سے محروم رہیں غور کرنے سے اسکا
سبب میرے ذہن میں یہی آیا کہ چونکہ فارسی کا مذاق اب کم ہو گیا ہے دلچسپی
اس کے باقی نہیں رہی اسلئے ان کتابوں کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہے حضرت مخدوم
کے دور میں اہل علم و شرفا کی زبان فارسی تھی سلطنت کا دربار اور تعلیم و تعلم
میں اسی کو دخل تھا بھاشا بہت کم استعمال ہوتی تھی اب وہ زمانہ ہے کہ

اُردو زبان کی خود دعویٰ کمال ہے بیچاری فارسی کو پوچھتا کون ہے بلکہ میں نے اسکو بھی محسوس کیا کہ عام طور پر علم تصوف اور صوفیوں کے پاک احوال سے تیزی کیساتھ بیخبری بڑھ رہی ہے اور ایک ایسی گھٹا چھا رہی ہے جو اس آفتاب کو چھپالے گی اگر یہی ہوا زوروں پر چلتی رہی تو ایک نہ ایک دن ان کے جھونکے باد صرصر کا کام کریں گے اور دماغ طریقت کی بہار کو تاراج کر دیں گے اسکا علاج میری عقل ناقص میں سوا اسکے اور کچھ نہ آیا کہ اس کتاب کا ترجمہ سلیس اُردو زبان میں کیا جائے تاکہ عام فہم ہو اور بے تکلف لوگ دیکھ سکیں کیونکہ یہ کتاب اوامر و نواہی قصص و حکایات رموز و اشارات کا ایک بڑا خزانہ ہے یہ کتاب مبتدی متوسط منتہی ہر طبقہ والے کے لئے نسخہ اکسیر کا فائدہ رکھتی ہے۔ ہست قرآن در زبان پارسی ایسی ہی کتابوں کی شان ہوا کرتی ہے۔ اگر قرآن شریف اور حدیث نبوی صلعم کا دوسری زبانوں میں ترجمہ نہ ہوا تو غیر ملکی لوگ احکام دین سے بالکل محروم رہتے اسی طرح اب اگر اس کتاب فیض انتساب کا ترجمہ نہ ہوگا تو برادران اسلام عام طور پر مذاق تصوف سے بے بہرہ ہوتے جائیں گے۔ ان خیالات نے مجھکو ترجمہ پر مجبور کیا اور میں نے ترجمہ لکھنا شروع کیا۔

حضرت مخدوم جہاں کی تصانیف نقولے سترہ سو تک پہنچی مگر اس

دریا میں آج بھی ۵۳ نسخے موجود ہیں۔ اور ہر تصنیف اپنی جگہ پر نہائت قابل
قدر ہے۔ ان میں سے شرح آداب المریدین۔ فوائد رکنی۔ معدن المعانی مکتوبات دو صدی
مکتوبات بست و ہشت مکتوبات صدی بہت زیادہ مشہور و معروف تصنیفیں
ہیں۔ شرح اداب المریدین ایک ایسی شرح ہے جو پیروں کی رہبری کرتی ہے
حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی قدس سرہ صاحب متن آداب المریدین
کو بذریعہ الہام اس شرح کی بشارت خاص طور پر ہوئی تھی فوائد رکنی وہ
مجموعہ ہے جسکی تفصیل مکتوبات صدی کا جلوہ دکھاتی ہے معدن المعانی جس کو
بحر ذخارہ دریائے ناپیدا کنار کہنا کسی طرح نازیبا نہیں۔ مکتوبات دو صدی
تصوف میں مفید و پرحلاوت کتاب ہے۔ میرے پاس اسکا کامل نسخہ قلمی موجود ہے
مگر مطبوعہ نسخہ میں خدا جانے کیوں باون ۵۲ ترپن ۵۳ مکاتیب کی کمی رہ گئی ہے۔ اس کتاب
کو حاجی حرمین شریفین زاد اللہ شرفا حضرت مولانا رکن الدین قدس سرہ نے سنہ ۷۶۹ھ
میں جمع کیا ہے مکتوبات بست و ہشت حضرت مولانا امام مظفر قدس سرہ کے نام سے ہے
دراصل اسکا مجموعہ دو سو مکتوبات سے زیادہ کا تھا اور حضرت مولانا قدس سرہ کو
حکم تھا کہ اغیار کی نظر سے اسکو محفوظ رکھنا چنانچہ آپ اسکو چھپائے رہتے تھے۔ صاحب
مناقب الاصفیا بحوالہ برہان الاتقیا تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے مصداق

الفقراء کنفس واحد حضرت نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ کو اپنے نام کے مکتوبات
دیکھنے کیلئے دیئے سبحان اللہ آپ نے ان سے کس طرح کی لذت عشق پرستی لی ہے اور کس
جوش و مستی میں فرمایا ہے کہ مکتوبات شیخ شرف الدین کفر صد سالہ مارا برکف دست نمود
خیر جب حضرت مولانا قدس سرہ کا وقت وصال آیا تو آپ نے وصیت فرمائی
کہ اس خریطے کو ہمارے ساتھ دفن کر دینا لوگوں نے اپنے علم میں آپ کے حکم کی تعمیل کی
مگر ایک شیخ کامل مرد خدا کی خدائی میں کس کے ہوش بجا تھے آخر ایک ملاطفہ چھوٹ
ہی گیا تجہیز و تکفین سے واپس آکر دیکھتے ہیں تو ایک ملاطفہ رکھا پاتے ہیں۔ کھولکر جو
دیکھا تو اٹھائیس مکتوب کے جواہر ریزے ملے۔ اب دوبارہ مزار میں رکھنے کی
ہمت کس کو ہوتی ہے نعمت خداداد سمجھ کر لوگوں نے ان کی نقلیں کر لیں اور بیحد فوائد
حاصل کیئے۔ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں نسخے اسکے موجود ہیں۔ صاحب مناقب
الاصفیا حضرت مخدوم شیخ شرف الدین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ دقائق طریقت اور
اسرار حقیقت و معرفت کے بیان میں آپ یکتا پایہ بہت بلند ہے مراتب ظہور میں آپ کی
تشریح و توضیح دار دی صفا کا کام کرتی ہے عشق و محبت کے معاملات میں تو ایسی ایسی
باتیں لکھ جاتے ہیں کہ دل محو ہو جاتا ہے۔ علم تصوف میں آپ کی بے انتہا تصنیف ہیں
جسوقت شیخ اغر کاکوی اور احمد بہاری سرشاران توحید کی شہادت دلی ہیں

ہوئی تو حضرت مخدوم جہاں نے کمال افسوس کے بعد فرمایا۔ عجیب بود کہ ازیں شہر آباداں
بماند" مخبروں نے سلطان فیروز شاہ تک اسکی خبر پہنچائی۔ سلطان نے بذریعہ پروانہ
آپ کو طلب کیا اسی اثنا میں سید السادات حضرت سید جلال الدین بخاری قدس سرہ
نے اپنے ایک خادم کی معرفت بادشاہ کے یہاں تبرکات بھیجے بادشاہ نے متعجب ہو کر
کہا حیرت تو ہے ایک دفعہ یاد فرمائی ہیں اسقدر دیر کیوں ہوئی خادم نے کہا سبب
اسکا یہ ہے کہ شیخ شرف الدین منیری کے مکتوبات آجکل مطالعہ میں ہیں اسلئے حضور
خلوت میں رہتے ہیں اور وہاں کسی کو جانے آنے کا حکم نہیں یہ سُننا تھا کہ بادشاہ نے
فوراً اپنا حکم منسوخ کر دیا۔

پھر صاحب مناقب الاصفیا فرماتے ہیں کہ سید جلال الدین بخاری قدس سرہ
سے کسی نے پوچھا کہ اب تو سن شریف زیادہ ہوا کتاب بینی کا وہی ذوق و شوق ہے
یا کوئی شغل خاص ہے آپ نے فرمایا ہاں اب بھی مکتوبات شیخ شرف الدین کا مطالعہ
کرتا ہوں۔ سائل نے عرض کی کہ مکتوبات شیخ کیسے ہیں جن سے آپکو اتنی دلچسپی ہے آپ نے
فرمایا ایسے ہی ہیں کہ بعض بعض جگہ اب تک سمجھ میں نہیں آئی ہے۔

حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اخبار الاخیار میں تحریر فرماتے
ہیں کہ حضرت مخدوم کی تصنیفیں بہت عالی ہیں۔ آپ کی کل تصنیفوں سے مکتوبات کی

کی شہرت بہت زیادہ ہے - اور حق بھی یہی ہے کہ اور تصنیفوں کے اعتبار سے آپ کی
لطافت و شیرینی بیحد ہے - آداب شریعت و اسرار حقیقت مکتوبات میں بے انتہا
لکھے ہیں - آپ کے ملفوظات بھی ہیں جنکو معتقدوں نے جمع کیا ہے مگر مکتوبات کی بات ہی
کچھ اور ہے -

اب میں اصل مکتوبات صدی کی طرف رجوع کرتا ہوں حضرت زین بدر عربی قدس
سرہٗ (خادم خاص) اس کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ قاضی شمس الدین حاکم قصبہ چوسہ
حضرت مخدوم عظمۃ اللہ کے مریدوں میں سے تھے متعدد عریضہ انکساران کی گذرے کہ شرف
حضوری مجلس سے سوانح روزگار نے محروم رکھا ہے اگر علم سلوک میں تجدد فہم اس ناچیز
کے کوئی کتاب لکھ کر بھیجدی جائے تو ذریعہ حضور علم الٰہی و فوائد قلبی ہو - چنانچہ یہ التماس
بوفور شفقت قبول کی گئی - اور مراتب و مقامات سالکان و احوال و معاملات مریدان
کا لحاظ رکھکر در باب توحید و تفرید توبہ و ارادت حقیقت و معرفت عشق و محبت
گردش و روش کشش و کوشش شریعت و طریقت بندہ بودن و بندگی کردن سلامتی
و ملامتی قسمی و مریدی ۷۴۷ھ میں وقتاً فوقتاً خطبہ بہار یہ بہار سے قاضی صاحب کے
پاس یہ مکاتیب روانہ فرمائے گئے - بندہ درگاہ و خدام و احباب نے نعمت غیر مترقبہ
سمجھ کر ان کی نقل کرلی تاکہ طالبان اسرار و صادقان روزگار کے سرمایہ دینی جمع

کریں اور سعادت ابدی و دولت سرمدی حاصل کیا کریں۔ مجھ کو یہی غرض اور یہی
نیت اس مترجم ہیچ میرز کی بھی ہے۔ کہ برادران عالم طریقت و برادران اسلام کو
دینی و دنیوی فائدہ اس ترجمہ سے حاصل ہو۔

حیات نبات جو میں نے لکھی ہے وہ مستقل ایک خاص انداز کی کتاب ہے۔ اپنے خیال
کے موافق جس طرح چاہا اسمیں رنگ آمیزی کی ہے۔ مگر ترجمہ جو میں نے کیا ہے وہ آخر ترجمہ ہی ہے
اور ترجمہ بھی کس کا مکتوبات صدی کا اور مکتوبات بھی کس کے مخدوم الملک کے۔ اسلئے
متن و ترجمہ میں جو فرق ہوگا وہ ظاہر ہے۔ لیکن یہ کمی قابل گرفت نہیں ہو سکتی کیونکہ
ہر بہتر تصنیف کا ترجمہ بڑے سے بڑا شخص کیوں نہ لکھے متن کے اعتبار سے ضرور پست ہوگا
دیکھنے کے لائق یہ بات ضرور ہے کہ جو ترجمہ لکھا گیا ہے اس سے بہتر اسلوب میں لکھنا
آسان ہے یا مشکل۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ صرف فرزندیت کی نسبت کام کر رہی ہے
ورنہ کہاں مکتوب اور کہاں میں۔ اور کہاں یہ ترجمہ۔ جس طرح حضرت مخدوم کی
ذات میری فکر سے برتر ہے اسی طرح آپ کی تصانیف بھی میری عقل و فہم سے باہر
نہایت تشفقت ہیں۔ بار بار میرا تو یہ دل چاہتا ہے کہ آپ کے فضائل و مناقب
سارے جہان پر تمام کرتا رہوں اور آپ کے اوصاف و احوال سے تمام دنیا کو آگاہ
کردوں اگرچہ ان گنتی کے ورقوں میں اسکا موقع کم ہے یہ مختصر دیباچہ اس تفصیل

کا متحمل کہاں مگر ضروری احوال لکھنا فرض راہ بھی ہے اسلئے اجمالاً لکھتا ہوں -

حضرت سلطان المحققین مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیی منیری قدس سرہٗ ۲۶ شعبان المعظم ۶۶۱ھ میں بمقام منیر شریف آپکی پیدائش ہوئی آپکے جد اعلیٰ حضرت امام تاج فقیہہ قدس سرہٗ ہیں جن بزرگ نے ارشاد حضور نبی کریم صلعم قدس خلیل سے ہندوستان تشریف لا کر منیر کو فتح کیا تھا حضرت مخدوم نے بمقام سنارگاؤں میں مضافات ڈھاکہ تمام علوم فنون میں واقف اسرار شریعت و طریقت حضرت مولانا شرف الدین ابو توامہ بخاری قدس سرہٗ سے تبحر حاصل کیا اسکے بعد انتیس برس کی عمر میں درد طلب نے آپکو بے آرام و بے قرار کر دیا - اہلخانہ سے حقوق معاف کرائے - فرزند دلبند کو والدہ ماجدہ کی خدمت میں سپرد کیا اور اجازت لیکر پیر کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے نہیں معلوم کہاں کہاں کی خاک چھاننا پڑی - افتاں خیزاں دلی پہنچے - بڑے بڑے نامی دربار میں حاضری دی مگر حاجت پوری نہ ہوئی آخر پانی پت کرنال گئے وہاں بھی بے نیل و مرام واپس ہوئے - خوبی قسمت پھر دلی لائی حضرت شیخ کبیر نجیب الدین فردوسی قدس سرہٗ سے ۶۹۱ھ میں بیعت طریقت بلکہ بیعت حقیقت ہوئی بارہ سال قبل کا لکھا ہوا خلافت نامہ وصیت نامہ آپکو فوراً عنایت ہوا جب بشارت وارشاد شیخ چالیس برس تک بہیا اور راجگیر کے جنگلوں میں مشکوۃ نبوت سے آپ کی تعلیم

نوٹ: حضرت مخدوم ذکی الدین قدس سرہٗ آپ کے صاحبزادے بمقام سنکدرہ ضلع بیربھوم میں آسودہ ہیں

قلبی و روحانی ہوتی رہی۔ اسکے بعد باون برس تک اسی خانقاہ معظم میں مسند ارشاد پر آپ جلوہ افروز رہے۔ ان ایام میں تبلیغ و ارشاد درس و تدریس تعلیم و تعلم تالیف و تصنیف ملفوظ و مکتوب حقائق و معارف کا دریا موجیں مارتا رہا اور لہریں لیتا رہا۔

صاحب مناقب الاصفیا لکھتے ہیں کہ توحید خاص کے اسرار و علم حقیقت کے رموز اس ہندوستان میں فقط آپکے حسن و بیان نے ظاہر کیے۔ موحدان بیرنگ و اہل حقیقت کے کلمات یعنی امام احمد غزالی و محمد غزالی و عین القضاۃ ہمدانی و محی الدین بن عربی و خواجہ فرید الدین عطار و شیخ فرید الدین عراقی و مولانا جلال الدین رومی انکی وضاحت آپنے فرمائی۔ آپکے قبل ان بزرگوں کے کلام کو ہندوستان میں کوئی شخص دیکھتا بھی نہ تھا اور اگر شاذ و نادر دیکھتا تھا تو اسکی تہہ تک نہ پہونچتا تھا۔

حضرت مخدوم کے تبحر علمی کی کچھ انتہا نہ تھی۔ معتبر ذرائع سے مجھے معلوم ہوا کہ آپکی شرح و حواشی زبان عربی بڑی بڑی کتابوں پر عرب و شام میں موجود ہیں۔ اور ملفوظات بھی اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ آپکے معلومات کی کوئی حد نہ تھی کیسے کیسے مشکل اور مختلف سوال ہوا کرتے تھے اور آپ برجستہ جواب شافی دیا کرتے تھے یہاں تک کہ تعبیر گوئی جو ایک جزو نبوت ہے اس میں آپکو اسقدر دخل تھا کہ اپنے وقت کے ابن سیرین سمجھے جاتے ہیں۔ بعض لطائف المعانی میں تعبیر خواب کا حال لکھا ہوا ہے۔

حضرت عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ اپنے مکتوب صد و ہفتم میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے قطب روزگار شیخ خواجگی سدھوری کی زبان مبارک سے سنا اور آپ شیخ المشائخ

علامہ السوری قدوۃ المتقی شیخ بڈھن کی زبان مبارک سے سنا اور آپنے اپنے پیر قطب الاقطاب حجۃ الحق علی الخلق شیخ محمد عیسیٰ قدس سرہ کی زبان مبارک سے سنا کہ تعبیر گوئی مخدوم جہاں قطب ماں شیخ شرف الدین منیری قدس سرہ پر ختم ہوگئی -

حضرت شاہ عزیز اللہ بنارسی کبروی رحمۃ اللہ علیہ جو عہد شاہجہانی میں تشریف رکھتے تھے اپنی کتاب میں جسکا نام گوہرستان شاہ ہے - تحریر فرماتے ہیں کہ فضائل حضرت مخدوم جہاں کے متعلق کسقدر جامع اور معنی خیز الفاظ میں حضرت عبداللہ شطار قدس سرہ نے بیان فرمایا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم پر ایک حالت میں عالم الحکشاف کھلا اس معراج روحی میں عرش اعظم تک رسائی ہوئی ساق عرش بریں پر میں نے اکابرین طریقت کے القاب لکھے دیکھے حضرت بایزید بسطامی کا لقب سلطان العارفین مسطور تھا اور حضرت مخدوم شیخ شرف الدین کا لقب سلطان المحققین درج لوح نظر آیا - اور ان آنکھوں نے دیکھا پھر آپ فرماتے ہیں کیوں نہ ہو حضرت مخدوم کی بزرگی پر اصحاب شریعت و طریقت کا اتفاق ہے - آپ کے نزدیک اپنے نفس سے بڑھ کر کوئی شئے ذلیل تر و خوار تر نہ تھی اسقدر آپ میں فراخ حوصلگی تھی کہ اللہ کے سوا مقصود ذہنی تھا ہی نہیں - دنیا اور دولت دنیا عقبیٰ اور نعمت عقبیٰ سب کی سب نظر میں ہیچ تھیں نفس کشی کی حد یہاں تک پہونچگئی تھی کہ چالیس سال کامل بوئے طعام سے قوت شامہ تک مزا نہ لے سکی اور بارہ برس تک آپکو حوائج ضروری کی مطلق حاجت نہ پڑی جس مانہ

میں آپ اس ریاضت شاقہ میں سرگرم تھے۔ سید العارفین سید علی ہمدانی سیر سیاحت کرتے ہوئے
آپ تک پہونچے شرف زیارت سے مشرف ہوئے عند التذکرہ سید العارفین نے سوال کیا کہ سالک
کی رسائی مقام صمدیت تک ہو سکتی ہے یا نہیں آپنے فرمایا کہ کچھہ دنوں آپ یہاں تشریف رکھیں
تو ممکن ہے کہ یہ راز منکشف ہو جائے چنانچہ سید العارفین چھ ماہ تک آپکی خدمت میں رہے خیال کرتے
ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ حاجت بشری آپ میں بالکلیہ باقی نہیں رہی ہے یہ معاملہ دیکھکر وہ عقدہ کھل گیا اور
وہ مشکل حل ہو گئی دل میں جو خدشہ تھا وہ بھی رفع ہو گیا۔

پھر تو بقدر گرویدہ ہوئے کہ سند خرقہ خلافت آپ سے حاصل کی اور بانتہا فیض و برکات اس مرشد کامل
کی صحبت سے جمع کی۔ ان مرحلوں کے بعد اجازت ملی اور سید العارفین آپ سے رخصت ہو کر واپس ہوئے پھر تحریر فرماتے
ہیں کہ ہنگام ریاضت ایسا بھی ہوتا تھا کہ بیس بیس روز تک آپکی روح مبارک کو معراج ہوا کرتی اور
جسم شریف محض بے حس و حرکت پڑا رہتا چنانچہ ایک دفعہ لوگوں نے جو اس حال میں آپکو دیکھا تو یہ سمجھے کہ
اس جہان سے تشریف لے گئے خیر آپکو اس مقام سے جب نزول ہوا تو بتقاضائے عجز و انکسار آپنے ضعف پیری وغیرہ
کی معذرت پیش کی آپکا وصال ۷۸۲ھ میں بمقام خانقاہ عالم پناہ ہوا تاریخ وفات "پیر شرف"
ہے مزار پر انوار بہار شریف محلہ بڑی درگاہ میں واقع ہے اور مرجع خلائق ہے۔

خداوندا بطفیل پیر شرف قدس سرہ میرے اس ناچیز ترجمہ کو مقبول انام اور پسندیدہ خلق کیجیو اور مجکو
صراط مستقیم پر چلائیو ناظرین سے میری التماس ہے کہ میں نے اس ترجمہ میں حتی الامکان بہت احتیاط سے

کام لیا ہی عام طور پر جتنے نسخے کشوری و لاہوری ملتے ہیں وہ غلط چھپے ہوئے مگر میرے پاس نہایت مستند سنہ ۱۰۶۶ھ کا لکھا ہوا ایک قلمی نسخہ خاص اپنے کتب خانہ قدیم میں مل گیا ہی جس سے مجکو بہت مدد ملتی اور بڑی آسانی ہوتی مزید بر آں مکرم جناب عموی حافظ شاہ سید محمد شفیع صاحب شفیع دام ظلہ نے بھی نہایت دلچسپی سے اس ترجمہ پر نظر ثانی کی آپکو اس مکتوب صدی سے اتنی مناسبت ہی کہ ایک زمانہ میں گویا حفظ تھی خیر میرا فرض تھا جو اس میں سبکدوش ہو گیا - آئندہ الانسان مرکب من خطاء والنسیان اس سے چھٹکارا کب ہو سکتا ہی اسلئے عرض ہی کہ اگر کوئی بھول چوک دیکھیں تو براہ نوازش اسکو نظر انداز کریں اور اس مترجم کو دعائے خیر سے یاد کرتے رہیں - آخر میں جناب مولوی شیخ نور محمد صاحب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہی کہ آپنے میرے ترجمہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا اور بہت ہی حسن عقیدت سے اپنے اخبار اتحاد میں چھاپنا شروع کیا - ایک شکریہ اور بھی مجھے قوم کا ادا کرنا چاہیے کہ اس کی توجہ اور اسکی دلچسپی اس ترجمہ کو کتاب کی صورت میں لائی - انشاء اللہ تعالیٰ امید کیجاتی ہی کہ اسی خوشنما انداز سے اور بقیہ ترجمہ بھی چند حصوں پر تقسیم ہو کر چھپے گا اور شائع ہو گا -

واللہ المستعان وعلیہ التکلان -

رشادہ ابو نجم الدین احمد فردوسی غفرلہ

۲۰ رمضان شریف سنہ ۱۳۴۲ھ

بہار شریف خانقاہ معظم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا مکتوب

توحید کے بیان میں

بملا درم اغ شمس الدین اکرمہ اللہ تعالےٰ فی الدارین

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بزرگوں کے نزدیک از روئے شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت اجمالاً توحید کے چار درجے ہیں اور ہر درجہ میں مختلف حالت اہل توحید کی ہوا کرتی ہے۔

توحید کا پہلا درجہ۔ ایک گروہ محض زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے مگر دل سے رسالت و توحید حق کا منکر ہے۔ ایسے لوگ زبان شرع میں منافق کہے جاتے ہیں۔ یہ توحید مرنے کے وقت یا قیامت کے دن کچھ فائدہ بخش نہ ہوگی۔ سراسر وبال و نکال آخرت کا

باعث ہوگی۔ خدا محفوظ رکھے۔

توحید کا دوسرا درجہ۔ اس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک گروہ زبان سے بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتا ہے اور دل میں بھی تقلیداً اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ اللہ ایک ہے کوئی اسکا شریک نہیں۔ جیسا کہ ماں باپ وغیرہ سے اُس نے سُنا ہے اسی پر ثابت قدم ہے اس جماعت کے لوگ عام مسلمانوں میں ہیں۔

دوسرا گروہ زبان سے بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتا ہے اور دل میں بھی اعتقاد صحیح رکھتا ہے۔ علاوہ اس کے علم کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت پر سیکڑوں دلیلیں بھی رکھتا ہے۔ اسی جماعت کے لوگ متکلمین یعنی علمائے ظواہر کہلاتے ہیں۔

عام مسلمانان و متکلمین یعنی علمائے ظاہر کی توحید وہ توحید ہے کہ شرک جلی سے نجات پانا اسی سے وابستہ ہے۔ سلامتی و نجات آخرت اسی سے ہے۔ خلود دوزخ سے رہائی بہشت میں داخل ہونا اسکا ثمرہ ہے۔ البتہ اس توحید میں مشاہدہ نہیں ہے۔ اسی لئے ارباب طریقت کے نزدیک اس توحید سے ترقی نہ کرنا ہونے

درجہ پر قناعت کرتا ہے علیکم بدین العجائز ایسے ہی موقع میں کہا گئے ہیں۔

توحید کا تیسرا درجہ۔ موحد مومن باتباع پیر طریقت مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہے۔ رفتہ رفتہ یہ ترقی اس نے کی ہے کہ نور بصیرت دل میں پیدا ہو گیا ہے۔ اس نور سے اسکو اسکا مشاہدہ ہے کہ فاعل حقیقی وہی ایک ذات ہے۔ سارا عالم گویا کٹھ پتلی کی طرح ہے۔ کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ ایسا موحد کسی فعل کی نسبت دوسری طرف نہیں کر سکتا کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ فاعل حقیقی کے سوا دوسرے کا فعل نہیں ہے۔

درین نوع ہم شرک پوشیدہ است — کہ زیدم بیازرد و عمرم بخست

یہ توحید عارفانہ ہے۔ یہ مقام ہمہ از دست ہے۔ اب ہم ایک مثال دیتے ہیں اس سے توحید عامیانہ توحید متکلمانہ توحید عارفانہ سمجھ لیں کہ مراتب کا فرق صاف صاف ظاہر ہو جائیگا۔

مثال۔ کسی سرا میں ایک سوداگر اترا۔ اسکی شہرت ہوئی لوگ اسکا مال و اسباب وغیرہ دیکھنے کو چلے اور ملاقات کے

خواہاں ہوئے۔

ایک شخص نے زید سے پوچھا۔ بھئی تم کچھ جانتے ہو۔ فلاں سوداگر آیا ہوا ہے۔ زید نے کہا ہاں صحیح خبر ہے۔ کیونکہ معتبر ذرائع سے مجھے معلوم ہوا ہے۔ یہ توحید عامیانہ کی مثال ہے۔

دوسرے نے عمرو سے دریافت کیا۔ اجی حضرت آپکو اس سوداگر کا حال معلوم ہے۔ عمرو نے کہا خوب ابھی ابھی میں اسی طرف سے آرہا ہوں۔ سوداگر سے ملاقات تو نہ ہوئی مگر اسکے نوکر چاکروں کو دیکھا۔ اس کے گھوڑے دیکھے۔ اسباب وغیرہ دیکھنے میں آئے۔ ذرا شبہ اس کے آنے میں نہیں ہے۔ یہ توحید متکلمانہ ہے۔

تیسرے شخص نے خالد سے استفسار کیا۔ جناب اسکی خبر رکھتے ہیں کہ سوداگر صاحب سرائے میں تشریف رکھتے ہیں خالد نے جواب دیا بیشک میں تو ابھی انہیں کے پاس سے آرہا ہوں۔ مجھ سے اچھی طرح ملاقات ہو گئی ہے۔ یہ توحید عارفانہ ہے۔

دیکھو زید نے سُنی سُنائی پر اعتقاد کیا۔ عمرو نے اسپ و اسباب
وغیرہ دیکھ کر دلیل قائم کی۔ خالد نے خود سوداگر کو دیکھکر یقین
کیا۔ تینوں میں جو فرق مراتب ہے اس کے بیان کی اب حاجت
نہ رہی۔ اہل طریقت کے نزدیک جس توحید میں مشاہدہ نہ ہو وہ
توحید کی صورت اور توحید کا قالب ہے۔ مشاہدہ سے اعتقاد کو
کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ اعتقاد دل کو خواہ مخواہ ایک چیز کا
پابند کر لیتا ہے۔ اور مشاہدہ ہر بند کو کھول دیتا ہے اور مشاہدہ
سے استدلال کو بھی کوئی مناسبت نہیں۔ کیونکہ

پائے استدلالیاں چوبیں بود   پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

توحید کا چھٹا درجہ۔ کثرت اذکار و اشغال و ریاضت
مجاہدہ کے بعد ترقی کرتے کرتے یہانتک سالک ترقی کرتا ہے
کہ بعض بعض وقت شش جہت میں اللہ تعالےٰ کے سوا اس کو
کچھ نظر نہیں آتا۔ تجلیات صفاتی کا ظہور اس شدت سے سالک
کے دل پر ہوتا ہے کہ ساری ہستیاں اس کی نظر میں گم ہو جاتی
ہیں۔ جسطرح ذرے آفتاب کی پھیلی ہوئی روشنی میں نظر نہیں

آتے دھوپ میں جو ذرہ دکھائی نہیں دیتا۔ اسکا سبب یہ نہیں کہ ذرہ نیست ہو جاتا یا ذرہ آفتاب ہو جاتا ہے بلکہ جب آفتاب کی پوری روشنی ہو گی ذروں کو چھپ جانے کے سوا چارہ ہی کیا ہے جس وقت روشندان تابدان وغیرہ سے دھوپ کوٹھری یا سائبان وغیرہ میں آتی ہے۔ اس وقت ذروں کا تماشا دیکھو صاف نظر آتے ہیں۔ پھر آنگن میں نکل کر دیکھو غائب ہو جاتے ہیں۔ اسیطرح بندہ خدا نہیں ہوتا۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیرا۔ اور نہ یہ ہوتا کہ بندہ درحقیقت نیست ہو جاتا ہے۔ تا بر دہو تا اور چیز ہے نہیں دکھا جاتا اور چیز ہے۔ نقل

ہیچ توحید او نہ کہنہ نہ نو ست	ہمہ ہیچ اند ہیچ او ست کہ او ست
کم بود نا بود ہا جدا ماندہ	کن ز بود نہفتہ و خدا ماندہ

یا یوں سمجھو کہ عالم ایک آئینہ ہے۔ اس آئینے میں سالک کو بعض بعض وقت خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔ خدا کے مشاہدے میں سالک ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ عالم جو آئینہ حیرت ہے اس کو نظر نہیں آتا۔ اس سے اور آسان مثال سنو تم جو آئینہ

اور اپنے جمال پر محو ہو جاؤ۔ پھر دیکھو تو سہی آئینہ تمہارا
ے ساقط ہوتا ہے یا نہیں۔ ضرور ساقط ہوگا۔ ایسے موقع
یا تم کو یہ کہنے کا حق حاصل ہوگا کہ آئینہ نیست ہوگیا؟ ہرگز
نیست ہونا اور ہے نہیں دکھائی دینا اور ہے۔ جس کی نظر
فتاب انوار حق اس شان سے ظہور کرے گا اس کی نظر
ساری ہستیاں گم نہ ہوں گی تو کیا ہوں گی۔ قدرت کا
ورات میں دیکھنا بلا فرق اسی طرح پر ہوتا ہے۔ صوفیوں کی
س مقام کا نام انفناء فی التوحید ہے سے

نکس دریں مقام منفعل کہ تجلی نداند از حلول

اس مقام میں اگر سطحیات سالک سے سرزد ہوں گے تو اسکی
بھی جائے گی۔ اسمیں شک نہیں کہ خدا کی تجلی ہوتی ہے اور خدا
ہ دکھاتا ہے مگر انسان میں حلول نہیں کرتا۔ اس مقام میں بہ ہوکر
بڑے بڑے سالک پھسل کر گر چکے ہیں۔ اس خوفناک جنگل سے بغیر سلامت
بغیر تائید غیبی و عنایت ازلی نا ممکن ہے اور پیر کی مدد بھی ضروری
پیر حق رسیدہ ہو صاحب بصیرت ہو۔ تشبیب و فرانسے

ہم ز آئینہ جمال می نمود تو آں کس آں ما نمی نمود

واقف ہو۔ تربت قہر و جلال کا اور لطف جمال کا چکھ چکا ہو۔ تاکہ اس ورطۂ ہلاکت سے مرید کو نکال سکے۔ دیکھو حضرت خواجہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ جو مقام توکل کے بادشاہ ہیں ایک دفعہ حضرت خواجہ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دیکھا کہ بے زاد و راحلہ بادیہ خونخوار میں گشت کر رہے ہیں۔ پوچھا۔ یہاں آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ مقام توکل میں ثابت قدمی کا امتحان دے رہا ہوں۔ چونکہ اہلِ توحید کے نزدیک مقام توکل توحید کے مقامات میں سے ایک ادنےٰ درجہ کا مقام ہے۔ بتقاضائے خلوص آپ کو ہمدردانہ جلال آگیا۔ اور اس عبارت لطیف کے ساتھ اس مقام توکل سے ترقی کرنے کی یوں ہمت دلائی۔ ضیعت عمرک فی عمران باطنک فاین الفناء فی التوحید۔ یعنی عمر اگر اسی مقام توکل کے وادی میں تمام ہوگئی تو درجہ کمال توحید کب حاصل ہوگا۔ اب تم سمجھ سکتے ہو کہ راہ توحید میں یار موافق اور پیر مشفق کی کس وقت اور کس درجہ ضرورت ہے۔

پہرکیف درجہ چہارم کی توحید میں سالکوں کے احوال مختلف

ہیں۔ کسی پر ہفتہ میں ایک ساعت کے لئے فنائیت طاری ہوتی ہے

کسی پر ہر روز ایک ساعت یا دو ساعت۔ کسی پر بیشتر اوقات۔

فنا فی التوحید کے بعد ایک مرتبہ ہے جس کا نام الفناء عن الفنا

ہے۔ اس مرتبہ کو بھی تعلق درجہ چہارم سے ہی۔ یعنی اسی درجہ کا نام

مرتبۂ اکمل ہیں الفناء عن الفناء ہے اسی لئے اس کو درجہ پنجم

نہیں کہا گیا۔ اس مرتبہ میں سالک کی حالت یہ ہوتی ہے کہ کمال

استغراق کی وجہ سے اس کے احساس کو اپنی فنائیت کی خبر نہیں

ہوتی۔ اور نہ اسکی آگاہی باقی رہتی کہ ہم فنا ہوئے یہانتک کہ

جمالی وجلالی تجلی کا فرق بھی نظر نہیں آتا۔ ایک جنبش میں سب

باتیں غائب ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ کسی قسم کا علم باقی رہنا اہل طریقت

کے نزدیک تفرقہ کی دلیل ہے۔ مقام عین الجمع وجمع الجمع جبھی حاصل ہوگا

کہ سالک اپنے کو اور کل کائنات کو ظہور حق کے دریائے نور میں

گم کردے اور اس کی خبر نہ رکھے کہ گم کون ہوا ؎

تو در گم شو کہ توحید این است گم شدن گم کن کہ تفرید این بود

اس مقام تفرید میں پہونچکر حقیقت وحدت الوجود اس طرح پر

منکشف ہوتی ہے کہ سالک محو ہو جاتا ہے۔ تجلی ذاتی کل قصوں کو طے کر دیتی ہے۔ اسم و رسم وجود و عدم عبارت و اشارت عرش و فرش اثر و خبر اس عالم اور اس دیار میں کچھ نہ پاؤ گے۔ کل من علیہا فان اس مقام کے سوا اور کہیں جلوہ گر نہیں ہوتا۔ کل شیٔ ھالک الا وجہہ اس جگہ کے سوا اور کہیں صورت نہیں دکھاتا۔ انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی یہاں کے سوا اور کہیں اسکا نشان ظاہر نہیں ہوتا۔ توحید بے شرک مطلق جو تم نے سنا ہے وہ اس دار الملک کے سوا اور کہیں نہ دیکھنے پاؤ گے۔ ؎

خیالے کز سر اینجا دلشناس ہر آن کو در خدا گم شد خدا نیست

توحید وجودی علم کے درجہ میں ہو یا شہود کے ابتدائی درجہ سے انتہائی درجہ تک پہونچے ہر مرتبہ میں بندہ بندہ ہے خدا خدا ہے۔ اسی لئے انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ کہنا اگر صدق حال نہ ہو تو خود اہل طریقت کے نزدیک یہ کلمات کفریہ ہیں۔ اور جہاں صدق حال ہے بیشک وہاں کمال ایمان کی دلیل ہے ؎

روا باشد انا اللہ از درختے چرا نبود روا از نیک بختے

خیر اسکو تو ہم پہلے ہی کہہ چکے کہ آئینہ و صورت کے درمیان نہ اتحاد کا دعویٰ صحیح نہ حلول کا زعم باطل درست۔ اب تم چار دن درجہ کی توحید میں جو فرق ہے وہ اس مثال سے سمجھ سکتے ہو آخروٹ میں دو قسم کے پوست اور ایک قسم کا مغز ہوتا ہے پھر مغز میں روغن ہے۔

(۱) منافقوں کی توحید پہلے چھلکے کے درجہ میں ہے۔ کیونکہ وہ چھلکا کسی کام کا نہیں ہوتا۔

(۲) عام مسلمانوں اور متکلموں کی توحید دوسرے چھلکے کے درجہ میں ہے۔ یہ کچھ کارآمد ہوتا ہے۔

(۳) عارفانہ توحید مغز کے درجہ میں ہے اس کا فائدہ اس کی خوبی ظاہر ہے۔

(۴) موحدانہ توحید روغن کے درجہ میں ہے۔ اس کی تعریف کی حاجت نہیں۔ دیکھو آخروٹ تو پورے مجموعہ کو کہتے ہیں مگر پہلے چھلکے سے روغن تک جو فرق ہے وہ صاف روشن ہے۔ اسی طرح توحید تو ہر توحید کو کہتے ہیں مگر درجات ثمرات قاعدے ضابطے میں تفاوت ہزار

درکار ہے۔

اے بھائی یہ مکتوب معمولی نہیں۔ اس میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اچھی طرح اسکو دیکھو اور اس کی تہ کو پہنچو۔ کیونکہ یہ مکتوب جڑ ہے تمام مقامات و احوال و معاملات و مکاشفات کی۔ جب تم کلمات مشائخوں کے دیکھو یا ان کے اشارات پر نظر تمہاری پڑے یا ان کی کتابیں دیکھنے میں آئیں۔ اگر اس مکتوب کے اصول کو ملحوظ رکھو گے تو حل مطالب آسانی سے ہوں گے۔ کہیں پر مغالطہ نہ ہو گا۔ اور غلط فہمی تمہیں نہ ہوگی۔ ٹھیک ٹھیک سمجھ لوگے۔ اشعار توحیدیہ مشائخ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو اپنے درجہ کے اعتبار سے نظم فرمایا ہے وہ بھی اسی اصول و قانون کی رو سے سمجھے جائیں گے اور کہیں سے کسر نہ ہوگی۔

اے برادر عزیز بہت ممکن ہے کہ اہل توحید کی حالتوں کو دیکھ سُنکر تمہیں غبطہ ہوا اور حسرت نا یافت بیکل کر دے شکستہ خاطر ہو کر تم نا اُمید ہو جاؤ۔ نہیں نہیں بلند ہمتی سے کام لو۔ ہم نے مانا کہ تم چیونٹی کی طرح خاکسار سہی مگر دل حضرت سلیمان کی ایسا پیدا کرو اور اس راہ میں قدم رکھو

ہم نے فرض کیا کہ مچھر کی طرح منحنی ہے لیکن جگر شیر کا بنا ڈالو اور منزل مقصود کی تلاش میں گام زنی شروع کردو۔ تم دیکھتے نہیں کہ کیا سے کیا ہوا اور کیا سے کیا ہو رہا ہے۔ سات سات لاکھ برس کی طاعت و عبادت کو باد بے نیازی نے اس طرح اڑا پھینکا کہ ہبار منثوراً ہو ہو کر رہ گئی ہے۔ اپنی خرابیوں کو تم نہ دیکھو اس بات کو دیکھو کہ آب و خاک بے مقدار سے حضرت آدم صفی اللہ کیسے پیدا ہو گئے۔ ایک یتیم ہستی جس کے کفیل ابوطالب تھے وہ محمد رسول اللہ کیونکر ہو گئی۔ آذر بت تراش کے گھر میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا وجود کس طرح ظہور پذیر ہوا۔ سبحان اللہ وبحمدہ اور اس بات کا تماشا دیکھو کہ مشرکوں سے موحدین۔ کافروں سے مومنین۔ عاصیوں سے مطیعین مفسدوں سے مصلحین ہوا کرتے ہیں۔ قدرت کسی کے طاعت پر نظر نہیں کرتی لطف کسی کی معصیت کو نہیں دیکھتا

نقل ہے کہ ایک زناردار اپنے زنار کو آراستہ کر رہا تھا۔ غیب سے ایک بھید ظاہر ہوا جس سے زنار کی حقیقت اس پر کھل گئی گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ حالت یہ تھی کہ دوڑتا جاتا تھا اور نعرہ مارتا تھا۔ این اللہ۔ اللہ کہاں ہے۔ اس انکشاف راز کے باعث ایسا سوز درد

پیدا ہوتا تھا کہ اس کو ذرا قرار نہ تھا۔ یہاں سے وہاں اس شہر سے اس شہر مارا پھرتا تھا۔ اسی طرح گرتا پڑتا ملک شام میں جبل لبنان پر پہونچا۔ اس پہاڑ پر غوث قطب ابدال اوتاد وغیرہم رہا کرتے ہیں جا کر کیا دیکھتا ہے کہ چھ آدمی کھڑے ہیں اور ایک جنازہ سامنے رکھا ہے۔

یہ غریب بدحال ان لوگوں سے واقعہ دریافت کرنے لگا۔ ان لوگوں نے کہا کہ واقعہ پیچھے پوچھئے گا پہلے نماز جنازہ کی امامت تو کیجئے خدا کی شان وہ بے تکلف آگے بڑھ گیا اور نماز پڑھا دی۔ جب نماز پڑھا چکا تو وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم لوگ ان سات آدمیوں سے ہیں جن پر سارے عالم کے کل کاروبار کا دارومدار ہے اور جس میت پر آپ نے نماز پڑھی ہے۔ وہ ہمارے روشن ضمیر پیر تھے قطب عالم کے عہدے پر فائز تھے۔ وقت انتقال یہ وصیت فرمائی تھی کہ غسل وغیرہ سے جب فراغت ہو جائے تو جنازے میں رکھ کر تھوڑا انتظار کرنا۔ ایک صاحب اس گوشے سے آئیں گے ان سے کہنا کہ نماز آپ ہی پڑھائیں۔ کیونکہ ہمارے بعد قطبیت کا درجہ انہیں حضرت سلامت کو ملے گا۔

والسلام

دوسرا مکتوب

توبہ کے بیان میں

برادرم اعز شمس الدین اکو سہ اللہ تعالیٰ بکرامۃ التائبین۔
تمہیں معلوم ہو کہ پہلی منزل اس راہ کی توبہ نصوح ہے۔ یعنی توبہ خالص و توبہ خاص الخاص۔ یہ توبہ علی قدر مراتب ہوتی ہے۔ اسمیں کسی کی قید نہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون۔ یہ آئت شریف صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی۔ وہ حضرات ہمہ تن تائب تھے۔ کفر سے سخت بیزار ایمان سے نہائت رغبت و دلچسپی رکھنے والے۔ گناہ پر ان حضرات نے لات ماری تھی۔ اور پس پشت ڈال دیا تھا۔ طاعت و عبادات میں مشغول تھے۔ پھر سب کو توبہ کا حکم ہوتا ہے اسکے معنی کیا ہوئے ایک بزرگ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ توبہ ادنیٰ اعلیٰ سب پر فرض ہی۔ ہر آن و ہر ساعت۔ مگر ہر محل میں توبہ کی صورت بدل

جاتی ہے۔ کافر پر کفر سے توبہ کرنا اور ایمان لانا فرض ہے۔ عاصیوں پر معصیت سے توبہ کرنا اور طاعت و عبادت میں مشغول ہونا فرض ہے۔ محسنوں پر فرض ہے کہ افعال حسن سے احسن کا قصد کریں۔ و اقفان راہ پر فرض ہے کہ وہ ایک مقام میں ٹھہرے نہ رہ جائیں۔ روش سالکانہ اختیار کریں۔ مقیمان آب و خاک پر فرض ہے کہ صرف عالم اجسام کی سیر کافی نہ سمجھیں۔ طیر کی قوت حاصل کریں اور حضیض سفلی سے اُڑ کر اواج علوی پر پہنچیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ سالک کا کسی مقام میں ٹھہر جانا گناہ ہے۔ اس مقام سے اسکو توبہ کرنا چاہیئے۔ توبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون لعلکم تفلحون کی تفسیر یہ ہے۔ بات یہ ہے کہ جس مرتبہ میں سالک پہونچتا ہے اس سے علی مرتبہ موجود ہے۔ مرتبہ اسفل سے ترقی کرنا اور مرتبہ اعلی پر پہونچنا فرض راہ ہے۔ ورنہ سلوک ناتمام رہے گا۔ اسی لئے شرع شریف میں حکم ہے کہ سیروا سبق المفردون۔

توبہ اگر صرف گناہ ظاہری سے ہوتی تو پیغمبروں کو توبہ کی حاجت کیا تھی۔ وہ تو گناہ صغیرہ و کبیرہ سے پاک ہیں۔ مگر ان

حضرات سے بھی توبہ ثابت ہے اور وہ معنا اپنی جگہ پر ٹھیک ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب تجلی ربانی ہوئی۔ عالم بیخودی کے بعد جب ہوش آیا تو آپ نے فرمایا تبت الیک۔ بہ ظاہر توبہ کا یہ محل نہ تھا مگر آپ کو یہ خیال ہوا کہ ارنی کہنا اپنے اختیار سے ہمیں زیبا نہ تھا۔ کیونکہ عاشق صاحب اختیار نہیں ہوتا دوستی بر اختیار سر اسر آفت در آفت ہے اسلئے آپ نے توبہ کی اور کارحسن سے کار احسن کی طرف رجوع کیا۔ آپ ہی پر موقوف نہیں خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ انی لاستغفر فی کل یوم سبعین مرۃ۔ ہر روز ستر بار استغفار کرتا ہوں اسکا سبب یہ تھا کہ آپ کو ہر ساعت ترقی مقام ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ پر پہونچتے تھے۔ مرتبہ اول کو مرتبہ دوم سے کمتر دیکھتے تھے اس لئے آپ استغفار فرما کر صواب سے اصوب کی طرف رجوع فرماتے تھے یہیں سے اس جملہ کے معنی حل ہوتے ہیں کہ حسنات الابرار سیئات المقربین ٭ توبہ کے اصلی معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ رہا یہ کہ صفت رجوع مختلف ہوا کرتی ہے جس حالت کا معاملہ جس مقام کا آدمی ہوگا اُسی لحاظ سے توبہ ہوگا عوام کی توبہ

اسلئے ہوتی ہے کہ ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے نافرمانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف کرے تاکہ عذاب سے بچیں۔ خاص لوگوں کی توبہ اسلئے ہوتی ہے کہ جسقدر نعمتیں عطا ہوئیں اور جسقدر رحم و کرم ہوا اور ہو رہا ہے اس اعتبار سے حق خدمت ادا نہ ہوئی۔ خاص الخاص لوگوں کی توبہ اسلئے ہوتی ہے کہ ہم اپنے کو صاحب قوت و طاقت کیوں سمجھے ہم نے اپنے کو موجود کیوں خیال کیا۔ عاجز و نیست کیوں نہ سمجھا قوی ہے تو وہی ہے اور موجود ہے تو وہی ہے۔ جب توبہ کی مراتب معلوم ہو چکے تو ایک مسئلہ بھی سن لو۔ یہ مسئلہ تمان کی جان ہے مسئلہ توبہ کے لئے ہمیشگی شرط نہیں ہے۔ یعنی جب کسی گناہ سے آدمی توبہ کرے تو اس کے یہ معنی نہیں ہوئے کہ وہ گناہ اس سے عمر بھر سرزد نہ ہو نیت البتہ صحیح ہونا چاہئے۔ جب توبہ کرے تو سچے دل سے قصد رکھے کہ اب یہ گناہ ہم نہ کرینگے توبہ ہو جائے گی اور وہ شخص ماجور ہوگا۔ اور اگر تائب سے پھر گناہ سرزد ہو جائے۔ تو اس گناہ کے قبل تک وہ تائب تھا۔ اور توبہ کا ثواب اسکو ملے گا۔ ان بزرگان دین سے بڑھکر تو مقامات و احوال و معاملات کا تجربہ کسی کو نہیں ہے۔ دیکھو اس گروہ میں بھی بعض لوگ

ایسے گذرے ہیں کہ توبہ کے بعد پھر گناہ میں مبتلا ہوئے اور پھر توبہ کی۔ ایک بزرگ کا قول ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ کہ میں نے ستر مرتبہ توبہ کی اور برابر گناہ ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ اکہتر ویں مرتبہ جب میں نے توبہ کی تو استقامت حاصل ہوئی بعدہ پھر مجھ سے گناہ ظاہری نہ ہوا۔ ایک بزرگ کی اور نقل ہے کہ توبہ کے بعد وہ معصیت میں گرفتار ہوگئے۔ نہایت ان کو ندامت ہوئی۔ ایک بار وہ دل ہی دل کہنے لگے کہ اگر ہم بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع کرتے ہیں تو نہیں معلوم کیا حال ہمارا ہوگا۔ ممکن ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے ہاتف نے آواز دی اطعتنا فشکرناک ثم ترکتنا فامھلناک فان عدت الینا قبلناک۔ میری طاعت تونے کی میں نے تیرا شکر کیا پھر بے وفائی تونے کی اور مجھکو چھوڑ دیا میں نے مہلت دیدی۔ اب اگر تیرے جی میں ہے کہ رجوع کریں تو میں صلح کے لئے تیار ہوں۔ سبحان اللہ

اب اقوال مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین توبہ کے متعلق سنو حضرت خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں توبۃ العوام من الذنوب وتوبۃ الخواص من الغفلۃ وتوبۃ الانبیاء من رویۃ عجزھم عن بلوغ ما نالہ غیرھم من رویۃ الحسنات عوام کی توبہ

گناہ سے باز آنا ہے۔ خواص کی توبہ غفلت سے باز آنا ہے۔ انبیاء علیہ السلام کی توبہ اس مقام سے ہے جس مقام میں وہ فی الحال موجود ہیں اور دوسرے نبی کو اس سے برتر مقام ملچکا ہے۔

حقیقت توبہ کے متعلق حضرت خواجہ سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ التوبتہ ان لاتنسی ذنبک توبہ کی تعریف یہ ہے کہ گناہ کو تم نہ بھولو۔ اور ہمیشہ اسکی ندامت باقی رہے اسکا فائدہ یہ ہو گا کہ اگر بہت سے بہت بھی عمل صالح تم سے ہوں گے تو عجب نہ پیدا ہو گا۔ اور حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک جماعت کے ساتھ یہ خیال رکھتے ہیں کہ التوبتہ ان تنسی ذنبک توبہ کی تعریف یہ ہے کہ جو گناہ تم نے کیا ہے اسکو بھول جاؤ۔ کیونکہ تائب کا درجہ محب کا درجہ ہے وہ ایک گونہ دوستوں میں داخل ہے۔ ایک دوست کا دوسرے دوست سے سابق بے عنوانیوں کو دہرانا ہرگز جفا سے کم نہیں۔ یہ قول دونوں بظاہر ضد یک دیگر ہیں۔ مگر معنی میں ضد یک نہیں ہے۔ معنی فراموش کرنے کے یہ ہیں کہ حلاوت اس گناہ کی دل سے نکل جائے۔ تائب ایسا ہو جائے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے۔ پھر حضرت خواجہ جنید بغدادی

رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خاص حالت میں یہ جواب ملا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے بہت پڑھا مگر کسی چیز سے ہم کو اتنا فائدہ نہ ہوا جتنا اس شعر سے ہوا شعر

اذا قلت ما اذنبت قالت مجیبۃ ۔۔۔ وجودک ذنب لا یقاس بہا ذنب

اللہ اللہ معشوق کی بارگاہ میں عاشق کا وجود بھی گناہ ہے اور باتوں کو کون پوچھتا ہے۔ اے بھائی کیا کہیں اجل تاک میں ہے۔ جو دم آدمی زندہ ہے۔ اس وقت کی قدر کرنا چاہیئے۔ کیا معلوم کس دن ملک الموت صاحب پہنچ جائیں۔ تو بہ سے غافل نہ رہو۔ ایک بوڑھا آدمی کسی بزرگ کی خدمت میں پہنچا اور کہا کہ گناہ کی ہمارے انتہا نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اب توبہ کریں ان بزرگ نے فرمایا کہ اے بوڑھے تم چوک گئے۔ تمہیں بہت دیر لگا دی تمہیں جوانی میں آنا تھا۔ مگر بوڑھا صحبت یافتہ تھا اور توبہ کے فوائد سنکر آیا تھا۔ کہنے لگا نہیں حضرت دیر سے کیا واسطہ میں تو جلد سے جلد آیا ہوں۔ اے جناب توبہ وہ نعمت ہے کہ اگر مرنے کے قبل نصیب ہو جائے تو کیا کہنا ہے دیر ہونا بھی عین جلدی ہے۔ میں جلد سے جلد آیا ہوں۔ بھائی میرے ہر چند تم گناہ سے آلودہ اور ملوث ہو رہے ہو۔ توبہ کرو تو سہی۔ دیکھو توبہ سے تمہاری کیسی امید افزائی ہوتی ہے۔ تم کو جاننا چاہیئے۔ کہ سارا ان

فرعون سے تم زیادہ آلودہ نہیں۔ سگ اصحاب کہف سے تم زیادہ ناپاک نہیں۔ سگ طور سینا سے تم زیادہ جمود نہیں۔ چوب حنانہ سے تم زیادہ بے قیمت نہیں۔ قطع نظر اسکے کوئی شخص حبش سے غلام لا کر اگر اسکا نام کافور رکھدے تو اسمیں کسی کا کیا اجارہ ہے۔ دیکھو جب ملائکہ نے کہا کہ ہم کو ان کے (انسان) فساد کی طاقت نہیں ندا آئی۔ بہت ٹھیک ہے۔ یہ کہنا تمھارا تو اسوقت مناسب ہوتا جب ہم حاجت لیکر تمہارے دروازے پر ان کو بھیجتے۔ یا تمہارے ہاتھ ان کو بیچتے اگر خدانخواستہ ایسا ہو تو ہرگز نہ چڑھنے دینا اور نہ خریدنا۔ شائد تم کو اسکا خوف ہے کہ معصیت ان کی میری رحمت سے بڑھجائے گی یا آلودگی ان کی ہماری قدوسیت پر دھبا لگائے گی۔ کیا ممکن۔ یہ وہ مشت خاک ہیں کہ ہماری درگاہ میں مقبول ہیں۔ جب ہم نے قبول ہی کرلیا ہو تو معصیت والوں کی مجال کیا ہے جو کچھ کرسکیں۔ ؎

سراسر در ہمہ عیبم بدیدی و خریدی تو
زہی کالائے پر عیب و زہے لطف خریداری

والسّلام

تیسرا مکتوب

دشمن کے خوش کرنیکے بیان میں

برادر اعز شمس الدین راحق سبحانہ تعالیٰ بسعادت ابدی رسانا د

بمنہ وکمال کرمہ - میری طرف سے سلام دعا - تمہیں معلوم ہونا چاہیئے

کہ توبہ کرنے کے بعد مرید کا کام دشمنوں کا خوش کرنا رہجاتا ہے اور یہ

بڑا گھٹا گھاٹا ہے سنو گناہ تین طرح کے ہوتے ہیں - اول ان امور کا

ترک جن کو خداوند تعالیٰ نے واجب کیا ہے جیسے نماز روزہ وغیرہ

ان کی یہی توبہ ہے - کہ حتی المقدور قضائیں ادا کیجائیں - دوسرے وہ

جنکا خدا اور بندے سے تعلق ہے - مثلاً شراب پینا - زنا کرنا سود لینا آواز

مزامیر کا سننا - ان گناہوں سے تائب ہونے کی یہی صورت ہے کہ تم اعتراف

ندامت کے ساتھ پکا ارادہ کرلو کہ پھر نہ کرینگے - تیسرا گناہ حق العباد ہے

اور یہ نہایت سخت و دشوار ہے - اس کے چند طریقے ہیں - جان ومال

ذاتیات عورت لونڈی اور دین کے نقصانات اگر تم نے مال کا گناہ
کیا اور تمہیں اس کی واپسی کی قدرت ہے تو تم پر واجب ہے کہ اس کو
لوٹا دو۔ اور اگر ادائگی سے مجبور ہو تو معافی چاہو۔ اگر یہ دونوں صورتیں
نہ ہوسکیں تو اس رقم کو اس کی روح پر صدقہ کر ڈالو اگر یہ بھی نہیں ہو تو
نیکیاں کرو اور الحاح وزاری کے ساتھ خدا سے معافی مانگو یہاں تک
کہ وہ اپنے کرم سے قیامت کے دن تمہارے دشمنوں کو تم سے خوش کردے
اگر تم نے کسی کی جان ماری ہو تو اس کے اقرباء سے کہدو کہ وہ یا تم سے
قصاص لیں یا معاف کردیں اگر یہ ناممکن ہو تو تضرع وزاری کے ساتھ
خدا کی طرف رجوع کرو کہ قیامت میں تمہارے دشمنوں کو تم سے خوش کردے
اور اگر تم نے ذاتیات کے نقصان پہنچائے ہیں۔ کسی کی غیبت کی تہمت جوڑی
گالیاں بکیں تو یہ لازم ہے کہ اس سے جا کر کہو کبھی ہم نے تمہاری طرف
جھوٹی باتیں لگائی ہیں معاف کردو مگر ذرا سوچ سمجھ کر ایسا نہ ہو کہ اسکا
غصہ بھڑک اٹھے اور لعنی کی دینی پڑ جائے کیونکہ جہاں اشتعال غیظ و
غضب کا یقین ہو وہاں یہی اچھا ہے کہ خدا کی درگاہ میں سر رگڑو اور
معافی کے خواستگار رہو۔ اگر تمہارا دشمن زندہ نہ ہو اس کی روح پر ایصال

ثواب کرو اگر تم نے کسی کی بیوی یا شرعی لونڈی کے ساتھ بدنیتی
کی ہو یا اس سے بھی تجاوز کر گئے ہو تو یہ موقع نہ معافی کا ہے اور نہ ظاہر
کرنے کا۔ بہتر یہی ہے کہ اس معاملہ کو خدا ہی کے حوالہ کرو کہ وہ روز قیامت
ان کو تم سے رضامند اور خوش کرے اور اگر ان کے اشتعال غضب
کا خوف نہ ہو اگرچہ یہ اتفاقی ہے تو معافی مانگ لو۔ اور دین کا گناہ وہ
ہوا کہ کسی کی بیجا تکفیر کی یا کسی کو گمراہ کر ڈالا ہو یہ بھی سخت دشوار ہے تمہیں
چاہیئے کہ حتی الامکان اس شخص سے اپنی دروغ بیانی کا اظہار کرکے معافی
چاہو اگر ناممکن ہو تو نادم ہو کر درگاہ خداوندی میں سربسجود ہو تاکہ
کہ اسکو خدا تم سے خوش کرے۔ الغرض جیسے اور جسطرح ممکن ہو دشمنوں
کو خوش اور راضی کرو اور اگر غیر ممکن ہو تو صدق دل سے تضرع وزاری
کے ساتھ بارگاہ خداوندی کی طرف رجوع کرو تاکہ قیامت کے دن تمہارے
دشمن تم سے رضامند اور خوش ہو جائیں۔ خدا کے فضل و کرم سے بڑی
امید ہے کہ جب وہ بندے کی صداقت دیکھے گا تو اپنی رحمت سے اس کے
دشمنوں کو خوش کرے گا۔

اگر میرے کہنے پر تم نے عمل کیا اور ترک گناہ کا عزم بالجزم کر لیا

لیکن گذشتہ گناہوں کی قضائیں ادا نہ کیں اور دشمنونکو خوش نہیں کیا۔ تو تم پر عتاب خداوندی ابتک باقی رہا۔ ذرا خبردار رہنا کہ یہ گھاٹی سخت کٹھن اور نہائت خطرناک ہے۔ سُنو خواجہ ابواسحاق اسفرائنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے علامہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں میں تین برس تک خدا سے توبہ نصوح چاہتا رہا۔ مگر قبول نہ ہوئی ایک دفعہ میں نے متعجب ہو کر کہا تیس برسوں میں بھی ایک حاجت پوری نہیں ہوتی! چنانچہ خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کوئی کہہ رہا ہے۔ تمہیں تعجب ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ تم کیا مانگ رہے ہو چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم کو اپنا دوست بنالے۔ کیا یہ کوئی معمولی مراد مانگی ہے۔

بھائی جان! بندے کے لئے گناہ ایک بلا ہے۔ خدا کی پناہ اسکی ابتدا سختی دل اور آخر آخر کفر کی بدبختیاں۔ ابلیس اور بلعم باعور کے قصونکو بھولنا نہ چاہیئے دیکھو اول اول دونوں سے گناہ ہی سرزد ہوئے۔ آخر کفر کی نوبت آپہنچی صلحا کہتے ہیں "گناہ سے دِل سیاہ ہوتا ہے۔ اس کی پہچان یہی ہے کہ گناہ کا خوف دل سے جاتا رہے۔ طاعت وعبادت میں لذت نہ ملے۔ کسی کی اچھی باتیں دِل کو بُری لگیں" اسلئے غفلت کا مطلق موقع نہیں جسقدر جلد سے جلد ممکن ہو توبہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں وہ

گھات میں لگی بیٹھی ہو۔ میں نے مانا کہ تم توبہ کے بعد پھر بھی گناہ کروگے تو اسمیں مضائقہ ہی کیا ہے پھر توبہ کر لینا اور دل سے یہ کہو کہ ممکن ہے کہ گناہ سے پیشتر ہی مجھے موت آدبوچے اس طرح ہر بار جب جب گناہ سرزد ہوں توبہ کرتے چلے جاؤ اور دل کو سمجھاتے جاؤ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ جتنی طاقت گناہ کرنے میں خرچ کرتے ہو۔ اتنی ہمت توبہ کرنے میں صرف کرو۔ آخر اسکے کیا معنی کہ توبہ کرنے میں عاجز اور گناہ کرنے میں مستعد توبہ سے رکنا شیطانی اغوی ہے اور اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ جب ہم گناہ سے باز ہی نہیں آئیں گے اور جبکہ توبہ پر ثابت قدمی نہیں تو توبہ کس کام آئے گی۔ ایسی توبہ کا حاصل ہی کیا یہ سب شیطانی چکمے ہیں۔ کیا تم بیسہ باتیں تمام ہیں کہ گناہ کرنے تک زندہ رہوگے بہت ممکن ہے کہ نئے گناہ سے قبل ہی تم مرمٹو اس قسم کا ڈر محض فضول اور لغو ہے تمہارا کام صرف اسقدر ہے کہ توبہ سچے دل سے کرو اسوقت نیت خالص رہنا چاہیے۔ رہا اسکی تکمیل اور اس پر ثابت قدم رکھنا خدا کے ہاتھ ہے اگر اس نے ثابت قدم رکھا سبحان اللہ اور اگر نہ رکھا تو یہ کچھ کم نہیں کہ پہلے گناہ بخشدئے گئے۔ تم بالکل پاک صاف ہو گئے اب

اگر تمہارے سر پر بوجھ رہا تو صرف اسی نئے گناہ کا کیا یہ فائدہ کوئی معمولی فائدہ ہے کہ گذشتہ گناہوں کی بخشائش ہو گئی۔ تمہارا فرض ہے کہ توبہ کئے جاؤ۔ گناہوں تو ہوں توبہ کرنے کے دو فائدے تھے۔ ایک تو گناہ گذشتہ کی معافی۔ دوسرے آئندہ گناہ سے باز رہنا توبہ کے بعد بفرض محال اگر تم آئندہ گناہ سے باز نہ رہے تو کم از کم اتنا تو ہوا کہ گناہ گذشتہ معاف ہو گئے۔ حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد تم نے نہیں سنا کہ تم لوگوں میں بہترین شخص وہی ہے کہ اگر گناہ زیادہ کرے تو توبہ بھی بہت کرے توبہ کا لب لباب یہ ہے کہ جب تم نے ارادہ کر لیا اور دل میں ٹھان لیا کہ اب گناہ نہ کرینگے۔ اور تمہاری سچائی بارگاہ خداوندی میں بھی مقبول ہو گئی اور حتی الامکان اپنے دشمنوں کو بھی تم نے خوش کر لیا اور جو فرائض قضا ہوئے تھے بقدر امکان ادا ہو گئے اور جو باقی رہے اسکے لئے درگاہ خداوندی میں تم نے تضرع وزاری کی بہترین طریقہ پاکی وطہارت کا میں تم کو بتاتا ہوں اس پر عمل کرو اور اپنے کو سچا تائب بنا ڈالو اس کی صورت یہ ہے کہ باقاعدہ غسل کرو اور پاک وصاف کپڑے پہن کر چار رکعتیں نماز نہایت حضور دل سے ادا کرو اس کے بعد

سجدہ میں جاؤ اور جگہ ایسی ہو کہ محض تخلیہ ہو خدا کے سوا تم کو کوئی نہ دیکھتا ہو اور سر و ریش کو خاک آلودہ کرو آنکھوں سے آنسو جاری ہوں دل میں سوز و قلق ہو با آواز بلند جتنے گناہ تم کو یاد ہوں ان کو دہراؤ اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہو کہ اے نفس وہ وقت آگیا کہ تو توبہ نصوح کرے اور تو خدا کی طرف سچائی سے رجوع ہو کیونکہ تجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ عذاب خداوندی برداشت کر سکے اور تیرے پاس وہ سرمایہ بھی نہیں جو تجھکو خدا کے عذاب سے بچا سکے اس قسم کے کلمات کی تکرار کرو اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر اس طرح مناجات کرو۔ اے اللہ بندہ گنہگار بھاگا ہوا تیرے در پر پھر آیا ہے۔ بندہ گنہگار رحمت کا طلبگار ہے۔ بندہ گنہگار عذر لایا ہے بیشک اس ناچیز سے خطائیں ہوئیں تو ان کو معاف فرما۔ اور اپنے فضل سے ہم کو قبول کر اور رحمت کی نظر سے ہماری طرف دیکھ۔ اے اللہ ہم کو بخشدے اور تمامی گناہ سے محفوظ رکھ کہ نیکی تیرے ہاتھ ہے تو بخشنے والا اور بخشائش کرنے والا ہے۔

قطرۂ چند از گنہ گر شد پدید — در جہاں دریا کجا آید پدید

نگردد تیرآں دریا زمانے — ولے روشن شود کلاید جہانے

اس کے بعد یہ دعا پڑھو یا مجلی عظائم الامور یا منتہی ھمۃ المومنین یا من اذا اراد شیاان یقول لہ کن فیکون احاطت بنا ذنوبنا وانت المذخور لہا یا مذخور لکل شدۃ کنت اذخرک لھذہ الساعۃ فتب علینا انک انت التواب الرحیم۔ پھر خوب گریہ وزاری کرو اور یوں مناجات کرو یا من لا یشغلہ سمع عن سمع یا من لا یغلط المسائل یا من لا یبرح الحاح الملحین اذقنا برد عفوک وحلاوۃ رحمتک انک علیٰ کل شیٔ قدیر پھر درود پڑھو اور اپنے اور جملہ مسلمانوں کے لئے مغفرت چاہو اور طاعت وعبادت میں مشغول ہو جاؤ کیونکہ تم نے توبہ نصوح کی اور سب گناہوں سے پاک ہو گئے اور ایسے پاک معصوم ہوئے جیسے آج کا پیدا۔ اللہ نے تم کو دوست بنالیا اور بہت کچھ ثواب تمہارے ہاتھ آئے اور تم پر اسقدر رحمت وبرکت نازل ہوئی کہ اسکو کوئی شخص بیان نہیں کرسکتا ہے۔ تمہیں دنیا اور آخرت کی بلا سے نجات حاصل ہوئی۔ اب ایک نکتہ سنو کہ اگر باعیب قبول کرنا نہ ہوتا تو عیب دار پیدا نہ کرتا۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام گندم

کھانے کی وجہ سے دنیا میں نہ بھیجے گئے ملکہ خود خواہش خداوندی یہی ہوئی کہ وہ بہشت سے دنیا میں جائیں اس کے کیا معنی کہ قیامت کے دن سینکڑوں ہزاروں کبیرہ گناہ کرنے والے بہشت میں بھیجے جائیں اور آدم علیہ السلام صرف ایک زلت کے سبب بہشت سے باہر کردئے جائیں اگر آدم علیہ السلام کے آنے کا باعث ایک گناہ سمجھا جائے تو پھر اس کی کیا وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں مقام۔ قاب قوسین تک پہونچکر پھر واپس تشریف لائے یہ جانا آنا دونوں اسرار سے خالی نہ تھا حضور کے جانے سے یہ ہوا کہ فرشتوں نے درود پڑھکر آداب واحترام سیکھے۔ اور واپس آنے سے اہل زمین نے آپ کے بیان سے رموز شریعت سیکھا وہاں پہونچکر لا احصی ثناء علیک اگر ورد زبان ہوا یہاں آکر انا افصح العرب سے گوہر فشاں ہوئے۔ بہر حال جہانتک ممکن ہو سجدے کئے جاؤ اور نیازمندانہ اور سائلانہ اس درگاہ میں حاضری دو بندہ جب ایاک نعبد کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ جو کچھ لایا ہے اسکو قبول کرو اور جب ایاک نستعین کہتا ہے تو ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ جو کچھ

مانگتا ہے اوسکو دو بادشاہوں کے خزانے کو سائلوں سے رونق ہوتی ہے اگر غور کرکے دیکھو تو کوئی سائل خاک سے زیادہ خاکسار نہ پاؤگے آسمان وزمین عرش وکرسی سب چیزیں اسکو دی گئیں مگر نیاز کا یہ حال ہے کہ ایک ذرہ بھی اسمیں کمی نہ آئے اور کوئی خزانہ خزانہ خداوندی کے مقابلے میں نہیں کہ تمام خلق کے لئے جسقدر ضروری تھا اس سے ہزار گونہ زیادہ دیا اور دیتا رہے گا مگر ایک ذرہ بھی اس سے کم نہ ہوگا۔

والسّلام

چوتھا مکتوب

تجدید توبہ کے بیان میں

برادرم اعز شمس الدین اکرمہ اللہ بکرامۃ التائبین۔

تمہیں معلوم ہو کہ مکرر سہ کرر درخواستیں تمہاری متقاضی تھیں کہ کچھ نہ کچھ لکھا جائے اور ہر سوال کے متعلق ارشاد وتنبیہ کی جائے۔ تقاضا اس حد تک تھا کہ تم شکستہ خاطر ہونے لگے تھے اسلیئے چند مکتوب مسلسل

لکھے جاتے ہیں ان کو کافی غور کے ساتھ پڑھنا اور قاضی صدرالدین سے

حل مطالب کر لینا۔ مجھے یقین ہے کہ جب قاضی صدرالدین وہاں موجود

ہیں تو کوئی مشکل نہ رہے گی۔ آسان سے آسان ہو جائیگی

گر ساتھ ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ بقدر وسعت عمل کرتے رہو کیونکہ عمل

کار ہے اور ایک ساعت بھی تجدید توبہ سے غافل نہ رہو اور دلیں

یہ ہمت رکھو کہ حق سبحانہ تعالیٰ توبہ کی حقیقت تک پہونچائے کیونکہ بغیر

توبہ کے عمل درست نہیں ہوتا اس کا سبب یہ ہے کہ ایمان جو عمل کیلئے

ایک بڑا سرمایہ ہے اسمیں حلاوت پیدا نہیں ہوتی۔ تم جانتے ہو اس

راہ طلب میں قدم کون رکھتا ہے ایمان رکھتا ہے اور ان احکام کے بوجھ

کو کون اٹھاتا ہے ایمان اوٹھاتا ہے اور اس خونخوار جنگل کو قطع کون

کرتا ہے ایمان کرتا ہے اور اس بحر محیط سے پار کون ہوتا ہی ایمان ہوتا

ہے۔ اور یہ شربت دیدار کون پیتا ہے ایمان پیتا ہے۔ اور یہ دردِ عشق

کس کو ہوتا ہے ایمان کو ہوتا ہے اور منزل مقصود کی تلاش کس کو

ہوتی ہے ایمان کو ہوتی ہے۔ اب اسی سے سمجھ لو کہ توبہ کو ایمان سے

کیا تعلق ہے۔ اور ایمان کہاں تک ترقی کرتا ہے۔ ہر دلمیں آفتاب

ایمان اسی قدر دکھائی دے گا۔ جتنی جلا توبہ سے حاصل ہو گی۔ جس درجہ
میں درگاہ توبہ وسیع ہو گی اسی قدر آفتاب ایمان کی روشنی ہو گی۔ اب
یہ بھی سُن لو کہ توبہ کی حقیقت کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہی ہے کہ طالب کے
صفات ذمیمہ صفات حمیدہ سے بدل جائیں۔ صوفیوں کی اصطلاح میں
اسکو گردش کہتے ہیں۔ تم نے سُنا ہو گا کہ پیرانِ طریقت مریدوں کو
چلّے کا حکم دیتے ہیں اس سے غرض کیا ہے یہی ہے کہ مرید ایک حال سے
دوسرے حال میں ہو جائے جب ایسا ہوا کہ مرید کی حالت بدل گئی
تو وہ ایک دوسری چیز ہو گیا۔ تم جسکو دیکھ رہے تھے وہ شخص نہ رہا
ایک دوسری ہستی نمودار ہوئی کیونکہ جب صفت بدل گئی تو وہ شخص
بھی بدل گیا۔ اگرچہ صورتاً وہی شخصیت قائم ہے مگر صورت تو کسی طرح
قابل اعتبار نہیں ہو سکتی ایسی ہی گردش کے بعد جو نور ایمان پیدا ہوتا
ہے اسی کا نام حقیقت ایمان ہے اور قبل اس تبدل صفات کے ساری
کلمہ گوئی تقلیدی اور حرکت لسانی کے سوا کچھ نہ تھی۔ بہت افسوس
ہے کہ ایک جہان اسی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے اور حقیقت ایمان سے
بے خبر ہے جس نے یہ کہا خوب ہی کہا۔

تا کے بزبان خدا پرستی | انیست مگر ہوا پرستی
تا نگردی تو مسلمان از دروں | کے توانی شد مسلمان از بروں
تا کے زماں نفس بر آری | ایمان بدل است و دل نداری

ایمان تقلیدی اور حرکت لسانی کا درجہ ہرگز ہرگز ایک خر لنگ سے زیادہ نہیں اب تمہیں بتاؤ ہمارا تمہارا جیسا ناکارہ مرکب کیا بوجھ اوٹھائے گا اور کیا راستہ چل سکے گا۔ سوار کی راہ الگ کھوٹی ہوگی اور منزل سے الگ جدا رہے گا۔ تم نے یہ مثل نہیں سُنی ہے کہ ہاتھی کا بوجھ گدھا نہیں اوٹھاتا۔ ؎

ہر مرد دولت نبود ہر سرے | بارِ مسیحا نکشد ہر خرے

رستم کا بوجھ رستم ہی کا گھوڑا ہوگا تو اوٹھائے گا دوسرے کا کام نہیں۔ ہاں بھائی ذرا دل کو مضبوط کرو اور اس مقام کی دشوار گھاٹیوں سے اور خوفناک منظر سے کہیں ایسا نہ ہو کہ گھبرا اُٹھو اور تمہارے دلمیں ایک قسم کی رُکاوٹ پیدا ہو جائے یہاں تک کہ تم حیلہ شرعی ڈھونڈ کر اور الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین پڑھ کر بھاگ کھڑے ہو۔ اُس امر کے متعلق مجھے زیادہ

لکھنے اور کہنے میں آتی بات کا اندیشہ ہوتا ہے ورنہ کچھ اور کہتا۔
دیکھو دیکھو ہرگز ہرگز اس درگاہ سے ناامید ہونا زیبا نہیں وہاں
کام بے علت ہوا کرتے ہیں جب کسی کو جو نعمت ملتی ہے اس کی قیمت نہیں
طلب کیجاتی بہتروں کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ ابھی وہ بت کے
سامنے سجدے میں تھے اور چشم زدن میں ملک و فلک وہم گمان
سے باہر جا پہنچے یہاں دیکھو تو سجدہ گاہ کی گرمی تک باقی ہے ادھر
دیکھو تو جن وانس و ملک اس کا نشان ڈھونڈ رہے ہیں اور مطلق
پتہ نہیں ملتا ہے کہ وہ کہاں سے کہاں پہنچا آخر سرگرداں اور حیران
ہوکر ان کو کہنا پڑتا ہے کہ اللہ اللہ وہ کیا تھا اور کیا ہوگیا۔ جواب
ملتا ہے کہ فعال لما یرید ہیں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور چاہوں گا
کرونگا۔ میری درگاہ میں چوں وچرا کی مطلق گنجائش نہیں اور علت کا
بالکل دخل نہیں یہاں کام کے لئے اسباب کی ضرورت نہیں۔ کسی کو
ابایزید خطاب دیا جاتا ہے کسی کو ابوجہل کہہ کر پکارا جاتا ہے ایک کو
اعلیٰ علیین پہنچا دیتا ہوں اور ایک کو اسفل السافلین میں گرا دیتا ہوں اگر
سبب پوچھو تو کچھ پتہ نہیں اور اگر تم کو چوں وچرا سے کام ہے تو اسکو

عالم اسباب میں خرچ کرو یہ وہیں کی بات ہے وہیں اسکا گذر ہے
خیر حق تعالےٰ تمہیں اپنی حقیقت کی شناخت عطا فرمائے اور تمہاری
خودی کو تمہارے دل سے دور کرے گھمنڈ و کمال کو مٹانے بالتی
واللہ۔ بھائی ہر چند تم حقیر و خاکسار ہو اگر ہمت بلند رکھو مردوں کی
ہمت کسی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتی آسمان زمین عرش کرسی بہشت
دوزخ یہ سب ان کی ہمت کا بار نہیں اٹھا سکتے۔

عشق در غم دوزخ و بہشت اند	این طائفہ را چنین سر رشتہ اند
چنگ در حضرت خدائے زدہ	ہر چہ آن نیست پشت پائے زدہ
تا بجاروب لا نرفتی راہ	نرسی در سرائے الا اللہ

مردوں کی ہمت کا باز جب دست پر واز کرتا ہے تو بے خس و خاشاک
اور پاک و صاف صحرا تلاش کرتا ہے اور کوئی فضا پاک و صاف
وسیع صحرائے ربوبیت اور صحرائے وحدانیت سے بڑھ کر ان کی
نظر میں نہیں آتی ان کی بلند ہمت کعبہ یا بیت المقدس کے ارد گرد
نہیں پھرتی اور زمین و آسمان کا طواف نہیں کرتی۔ سبحان اللہ عزوجل
عجب کاروبار ہے کہ مرد اپنی جگہ پر ہاتھ پاؤں سمیٹے سر جھکائے ایک

حالت سے میٹھا ہے اور اسرار اس کے ہیں کہ کون و مکان سے پرے چکر لگاتے ہیں واہ رے ہمت مردانہ کہ یہ بات آب و خاک (انسان) ہی کو نصیب ہوئی اور سب کے سب اس سے محروم ہے۔ ؎

حقا کہ بہ زہ نیاورد کرد ترک فلک ائے پسر کمانم

سچ ہے تصوف ایک ایسی حرکت ہے جسکو ذرا قرار نہیں کیوں نہ ہو پانی جب ساکن ہوتا ہے تو گندہ ہو جاتا ہے الماء اذا طال مکث ظہر خبثہ بخوبی ممکن ہے کہ صورتاً انسان ایک گوشہ میں بیٹھا ہو اور اسرار اس کے ملکوت و جبروت میں سیر کرتے ہوں کیونکہ متحرک چیز جب تیزی کے ساتھ حرکت کرتی ہے تو ساکن نظر آتی ہے جیسے کمہار کا چاک جس وقت حرکت میں ہوتا ہے ساکن دکھائی دیتا ہے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت سماع کے وقت کیوں کھڑے نہیں ہوتے آپ نے جواب میں یہ آیت پڑھی وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب تم غائت سرعت کی وجہ سے پہاڑ دور کو نہیں دیکھتے۔ دیکھو نسیم سحر اس طرح گذر جاتی ہے کہ ذرا بھی کسی کو خبر نہیں ہوتی۔

والسلام

پانچواں مکتوب

طلب پیر کے بیان میں

برادرم شمس الدین شرفت اللہ فی الدارین تمہیں معلوم ہو کہ مشائخ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے کہ تکمیل توبہ کے بعد مبتدی پر فرض ہے کہ ایسا پیر پختہ تلاش کرے جو نشیب و فراز راہ سے آگاہ، صاحب حال و مقام ہو۔ صفات جلالی کے قہر و غضب صفات جمالی کے لطف و کرم کا مشاہدہ کر چکا ہو العلماء ورثۃ الانبیاء جس کی شان میں پورا پورا صادق آتا ہو اور ایسا طبیب حاذق ہو گیا ہو کہ مرید کے جملہ امراض و عوارض باطن کا علاج جانتا ہو اور سب کی دوا کر سکتا ہو۔ اب سنو کلام اللہ کا حکم ہے کہ کونوا مع الصادقین۔ صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہ مرتبہ اول درجہ میں پیغمبروں کو حاصل ہے صلوٰۃ اللہ علیہم بعد ان کے ان کے خلفاء کا درجہ ہے۔ یعنی مشائخ کرام کا کیونکہ

العلماء ورثۃ الانبیاء اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل انہیں
کے فرمان کا سرنامہ ہے اور قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشیخ فی قومہ
کالنبی فی امتہ شیخ اپنی قوم میں خدا کی راہ اسی طرح دکھانیوالا ہے جسطرح
اپنی امت میں پیغمبر اور ظاہر ہے کہ امت کو راہ طلب میں بغیر پیغمبر کے
چارہ نہیں تو قوم کو بھی بغیر شیخ یعنی خلیفہ پیغمبر کے چارہ نہیں اسی وجہ سے
حضرات مشائخ کا قول ہے کہ لادین لمن لا شیخ لہ اور حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا یہ فرمان کہ اقتدوا بالذین من بعدی ابا بکر و عمر اور پھر یہ
فرمانا کہ صحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم۔ اسی کی تائید
میں ہے یہ بات مسلم ہے ابتدائے ہدایت میں نہ پیغمبر کی حاجت ہوتی ہے اور نہ
شیخ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ پہلی ہدایت کا بیج محض اللہ تعالیٰ کے
دست عنایت و کرم پر موقوف ہے۔ جس دل کی زمین میں چاہے بوے
ولکن اللہ یھدی من یشاء مگر جہاں وہ بیج اُگ چلا اس کی پرورش
کیلئے پیغمبر کی حاجت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ حضرات اللہ کے نائب اور خلیفہ
ہیں انک لتھدی الی صراط مستقیم یا شیخ کی ضرورت پڑتی ہے کہ
ان کی ذات بابرکات پیغمبروں کی نائب ہے۔ وممن خلقنا امۃ

کیجیے دن بالحق علاوہ ازیں مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کتابوں میں بکثرت عقلی دلائل موجود ہیں پہلی دلیل یہ سنو کعبہ کی راہ ظاہر ظاہر اور کھلی ہوئی ہے۔ اور جانے والا ایسا ہے کہ اس کی آنکھوں میں روشنی بھی ہے نیز پاؤں میں قوت اور جسم میں توانائی بھی موجود ہے راستے کا یہ حال ہے کہ کوئی دیر نہیں لگتا جب تک نہ سنا کہ بغیر کسی راہبر یا راہ شناس کے کوئی شخص پہونچا ہو۔ پھر جو راہ ایسی ہے جو غیر محسوس اور غیر معلوم ہو اور یہ شان رکھتی ہو کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران علیہم السلام اس راہ سے یقیناً گزرے مگر کسی کے نقش قدم کا پتہ نہیں ہے تو بالکل محال ہے کہ بغیر کسی رہبر یا راہ شناس کے ایسی راہ کو قطع کر سکے۔ دوسری دلیل سنو اکثر راستوں میں چور ڈاکو ہلاک کرتے ہیں بغیر محافظ کے جانے میں لٹ جانے کا خوف ہے۔ اسی طرح طریقت کی راہ میں بھی خود نفس کافر اور دیو شیطان اور قطاع مستعد رہتے ہیں بعض بعض نبات اور بعض بعض انسان راہزن ہیں بغیر کسی صاحب دل یا صاحب ولایت کے جانا دین و دنیا کو برباد کر دینا ہے۔ تیسری دلیل سنو اس راہ میں ایسا خطرہ ہے کہ قدم پھسلتے ہیں اور دو کھائیاں بھی

کہ جان بچی محال ہے۔ سینکڑوں فلسفی دہری ملاحدہ معتزلہ اباحتی اور اکثر بندہ نفس و ہوا بغیر امداد شیخ کامل اور مقتدائے واصل کی محض اپنی عقل کے بھروسہ پر اس راہ میں چلے پس فوراً ہی بھٹک کر دشت پرخار میں ایسے الجھے کہ نکل نہ سکے دین و ایمان سب برباد ہو کر رہ گئے کسی نے کہا ہے ؎

توچوں کوری و ایں راہیست ہم چوں موے پیاں
مزو زنہار بے تخمیں در تقلید دیدہ عمیاں

دیکھو ان خوش نصیبوں کو جو کسی صاحب ولائت کے سایہ عاطفت میں کس مزے سے تمام گھاٹیوں سے صحیح و سالم عبور کر رہے ہیں اور ہر لغزش ہر ٹھوکر سے محفوظ ہیں اس سلوک میں یہ بات بھی ان پہ کھل جاتی ہے کہ کون کہاں پھسلا کون کہاں گرا کون مقام کیسا ہے۔ چوتھی دلیل سنو اس راہ کے چلنے والوں کو مصائب کا سامنا ہوتا ہے طرح طرح کے امتحان کی نوبت آتی ہے یہانتک کہ دل چھوٹ جاتا ہے اور پست ہو جاتا ہے اگر شیخ کامل صاحب تصرف ہو تو اور بھی دل بیٹھتا چلا جائے یہ رنگ دیکھ کر شیخ رہبر وہ وہ تاہو باتیں کرتا ہے کہ مرید کے جذبات تیز ہو جاتے ہیں اور

ہمت بڑھ جاتی ہے۔ مرید راہ طلب میں جان جی دھو کر مستعد اور
آمادہ ہو جاتا ہے ورنہ خوف تھا کہ حق سے اسکو دوری پیدا ہو اور
راہ طریقت چھوڑ کر رسم و عادت کے جنگل میں قدم رکھے اور
ساری کوششیں اسکی ضائع ہو جاتیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

در سایۂ پیر شو کہ نابینا | ان اولے تر کہ با عصا گردد
کاہے شود کوہ عجب بر ہم زن | تا پیر ترا چو کہربا گردد
گر این نکتہ کہ گفت عطارت | ہر رنج کہ می کشی ہبا گردد

پانچویں دلیل سلوک سالک کا گذر ایسے مقامات پر بھی ہوتا ہے جہاں
روح اس جسم خاکی سے مجرد ہو کر نور حق کے پرتو میں ڈوب جاتی ہے
چونکہ روح خلیفۂ حق ہے عجب رنگ میں اپنی کو دیکھتی ہے ذوق سبحانی
وانا الحق سے اس عالم خلوت میں لبریز ہو جاتی ہے کہ ہم کو جو پانا تھا
پا لیا اور جو ملنا تھا مل گیا۔ بیشک ایسی حالت میں عقل و فہم کام نہیں
کر سکتی ہے۔ خاص ضرورت صاحب ولائت شیخ کی ہے تا کہ اپنے لطف
و کرم سے نہ ایمان جانے دے نہ توحید حلولی ثابت ہونے دے۔ نہ توحید
اتحادی کی طرف رخ کرنے دے بلکہ توحید خالص اور ایمان کے رستے پر

قائم رکھے چھٹی دلیل سنو کہ اثنائے سلوک میں مبتدی کو غیب کے عجائبات
دیکھ کر طرح طرح کے شبہے پیدا ہوتے ہیں اور عجیب عجیب مہیب خبریں
ملتی رہتی ہیں علاوہ ازیں شیطانی نفسانی رحمانی احوال وکیفیات
رنگ بدل بدل کر سامنے آتے ہیں۔ بیچارے غریب مبتدی کو اتنی صلاحیت
اور واقفیت کہاں کہ غیب کی باتیں سمجھے اور وہاں کے راز سے
واقف ہو سکے کیونکہ جو غیب داں ہے وہی غیب کی زبان غیب کی
بات جان سکتے ہیں۔ اور سمجھ سکتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

تو چہ دانی زبان مرغاں را چوں ندیدی گہے سلیماں را

ایسے موقع میں اگر شیخ موید بتائید الٰہی اور معلم بعلم تاویلات اور
اس زبان ومعانی کا آگاہ نہ ہو تو مرید ہکا بکا ہو کر وہیں رہجائے گا
ترقی نہیں کر سکتا۔ ساتویں دلیل سنو کہ اگر کوئی شخص دنیاوی بادشاہ
کے ہاں کچھ رتبہ یا درجہ یا منصب یا تقرب حاصل کرنا چاہیئے۔ اور
صلاحیت بھی اس کی نہ ہو کہ بادشاہ کے لائق کوئی کام انجام دے سکے
اور کوئی استحقاق بھی کسی حیثیت سے نہ رکھتا ہے تو اسکو کیا کرنا چاہیئے۔ یہی
کرنا چاہیئے کہ اپنے کو کسی مقرب درگاہ کے ساتھ وابستہ کرے تاکہ وہ

مقبول و منظور نظر بادشاہ اسکی عرض بادشاہ کے حضور میں پہنچاوے
اس صورت میں یقین کامل ہے کہ بادشاہ دنیا عدم استحقاق یا کم
خدمتی کو اس شخص کے نہ دیکھے گا بلکہ وہ بادشاہ اس مقرب کے حقوق
سابق اور حاضر باشی کا لحاظ کرے گا۔ اور اُسی وسیلے سے اس کی عرض
قبول کیجائے گی اور سائل کو حسب خواہش منصب وغیرہ عطا ہوگا۔
دیکھو اگر وہی شخص ایک مدت دراز تک اپنے طور پر اس درجہ تک
رسائی چاہتا تو ہرگز مقصود حاصل نہ ہوتا۔ تم اسکو باور کرو کہ مشائخ
رضوان اللہ علیہم اجمعین اس درگاہ میں بادشاہ دوجہاں کے ایسے
مقرب اور مقبول ہیں کہ ان کی بات سُنی جاتی ہے جس نے اپنے کو
ان کے سامنے وابستہ کردیا وہ مقصود اور مطلوب تک پہونچ گیا۔
مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین نظر کی صفائی اور دل کی پاکی کے
باعث رموز و اشارات قرآن کریم و احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اور باطن کی راہ طے کرکے بیٹھے ہیں
مریدوں کے لئے اصول و ضوابط قاعدہ و قانون آپ حضرات نے
مقرر کردیے ہیں اور احکام جاری کیے ہیں۔ پہلا حکم ایک شخص ہے جس کو

اللہ تعالیٰ نے ایسی بینائی دی کہ اپنے افعال میں سے نیک کو نیک اور بد کو بد سمجھے اور چاہیے کہ بُری باتیں دور ہو جائیں لیکن اس غریب کو اس کی خبر کہاں کہ اسکا طریقہ کیا ہے تو ایسی صورت میں اسکو چاہیئے کہ کسی مقرب اور مقبول درگاہ بندے کے ساتھ اپنے کو وابستہ کرے اور اپنے صفات ذمیمہ کے بدلنے کا کامل ارادہ کرلے تاکہ وہ بندۂ مقبول اس دور افتادہ اور گم شدہ کو قبول کرلے اور نفس امارہ کے مکر سے اسکو بچالے۔

دوسرا حکم۔ اگر مرید میں کچھ قصور و فتور پیدا ہو گیا ہو تو از راہ لطف و شفقت پیر ایسی ترغیب دے کہ ہمت بلند ہو جائے۔

تیسرا حکم۔ بروں کی صحبت اور ہمنشینی سے اور بری باتوں کے سُننے سے مرید کو منع فرمائے۔ حالت یہ ہے کہ مرید سالہا سال میں جو بات حاصل کر سکتا ہے یہ حضرات ایک ساعت میں اس کے دل کو ویسا بنا دیتے ہیں اسی طرح اور باتوں کو بھی سمجھو۔ بہرحال پیر و مرید کا معاملہ نہایت نازک ہے اس کے متعلق یہ ممکن ہے کہ مرید ایک پیر سے منزل مقصود تک نہ پہونچے بلکہ دو تین یا چار یا اس سے بھی زیادہ صحبت شیخ کی اسکو ضرورت پڑے

بعد اسکے مقصود حاصل اور ہر پیر کی صحبت ایک مقام کے کشف کا باعث
ہو لیکن مرید کے لئے بہتر اور مناسب یہی ہے کہ ہرگز ہرگز یہ خیال دلمیں
پیدا ہونے نہ دے کہ موجودہ پیر سے میری ترقی ناممکن ہے۔ اور ان کی
رسائی اسی مرتبہ سے زیادہ نہیں ہے بلکہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ مرید
اپنے پیر کو بہت بڑا کامل سمجھے اور اسکا یقین کرے کہ میرا حصہ حضرت
کے یہاں اسی قدر تھا کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ایک سچا پیر کسی مرید کی ترقی کا
خواہاں نہ ہو اور اسکو اپنے مقام میں الجھا رکھے۔ پھر یہ مسئلہ یہ ہے کہ مرید
جب کسی پیر کی صحبت اختیار کرلے تو بغیر اجازت انکی صحبت سے الگ نہیں
ہوسکتا اور دوسرے پیر کے یہاں رجوع نہیں کرسکتا اس امر کی سخت نگہداشت
رکھنا چاہیے اور پیر دل کی غیرت سے بچنا چاہیئے کیونکہ اگر بغیر اجازت
یا بطریق بطلان اپنے پیر کو چھوڑ کر مرید دوسرے پیر کی طرف رجوع کریگا
تو وہ مرتد طریقت ہوگا خیر مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہ روش رہی
ہے کہ جب کسی مرید نے ان کیساتھ تعلق پیدا کرلیا تو تین سال کی مدت میں
تین کام اس سے لیتے ہیں اگر اسنے استقامت دہ زندگی کی اور اچھی طرح
انجام دیا تو مرید کو تقلیداً نہیں بلکہ تحقیقاً خرقہ پہناتے ہیں اور اگر مرید حسب فرمان

کاربند نہ ہوا تو فرماتے ہیں کہ طریقت اسکو قبول نہیں کرتی وہ تین باتیں یہ ہیں۔ ایک سال خلق اللہ کی خدمت کرنا ایک سال اللہ تعالیٰ کی بکثرت بندگی کرنا۔ ایک سال دل کی پاسبانی کرنا۔ ضمناً یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ ہاتھ دعا کے لئے اٹھاتے ہو زبان سوال کے لئے کھلی ہے ان اللہ یحب الملحین فی الدعا۔ بزرگوں کا قول ہے کہ سوال دعا میں شرم کا بالکل پردہ اٹھا دینا اچھا ہے اور جو دل چاہے وہی مانگنا بہتر ہے بلکہ جو چیز مانگی جائے ذلیل وحقیر نہ طلب کیجائے اور جب تک حاجت پوری نہ ہو طالب درگاہ سے ٹالے نہ ٹلے اور اسکا یقین رکھے کہ وہاں سے جو کچھ ملا بے قیمت علامفت ملا جس کسی کو ایمان عطا ہوا مفت عطا ہوا اور جس کی بخشش ہوئی مفت ہوئی لینے والا ہو تو سارا جہان دے بخش دے۔ سائل ھل من داع ھل من مستغفر کا ڈنکا بجا دیا گیا۔ اے مانگنے والو مانگو ہمارے کرم کی کوئی حد نہیں ہم کہتے ہیں کہ تم مانگو اگر نہ مانگو گے تو ہم تقاضا کریں گے اس پر بھی نہ سنو گے تو ہم بے مانگے دیدینگے۔

شعر

آنکہ ناخواستہ عطا بخشد ۔۔۔ گر تو خواہش کنی چہا بخشد
بادشاہست او اگر خواہد ۔۔۔ ہر دو عالم بیک گدا بخشد

اے بھائی یہ بات جود و کرم کی ہے یہاں استحقاق کا ذکر نہیں ہے
کریم کی بھی شان ہے کہ بلا استحقاق دے۔ استحقاق کے ساتھ جو دیتا ہے
کریم نہیں کہلاتا۔ کیونکہ استحقاق ادائے حق کو واجب کرتا ہے اور جب
ادائے حق واجب ہوا تو ایک قسم کا دین ٹھہرا اور دین کا دینا کرم نہیں
ہوتا نہ کریم کی یہ شان ہوتی ہے۔

نقل ہے کہ ایک کافر نے جب حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ
سے جنگ کے وقت عرض کی کہ اے علیؓ اپنی تلوار مجھے تم دے دو آپ نے تلوار
اسکو دیدی پھر اس کافر نے کہا کہ اے علیؓ یا تو آپ بہت ہی بڑے شجاع ہیں
یا سخت نادان ہیں کہ اپنی تلوار دشمن کو دیدی آپ نے فرمایا کہ تو بیشک
دشمن جان ہے مگر سائلوں کے بیچ میں تو نے سوال کیا ہے اور حال یہ ہے
کہ سائل کو محروم رکھنا کریموں کا دستور نہیں ہے۔

والسلام

چھٹا مکتوب

اہمیت شیخی کے بیان میں

برادرم شمس الدین اعزہ اللہ فی الدارین۔ تمہیں معلوم ہو کہ شیخی کا اہل کون ہے اور مرتبہ مقتدائی کا مستحق کون۔ اس امر کی بنا بزرگان دین نے اجمالاً پانچ رکنوں پر رکھی ہے۔ اور ان پانچوں رکنوں کو اس آیۃ کریمہ سے نکالا ہے۔ قولہ تعالیٰ فوجدا عبداً من عبادنا اتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما ۔ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ شان مریدی عطا کی حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تو مقام شیخی و مقتدائی و معلمی کے اعتبار سے آپ کے پانچ مراتب ظاہر فرمائے۔

پہلا مرتبہ اختصاص عبدیت کا جو من عبادنا سے ظاہر ہے۔

دوسرا مرتبہ اس حقیقت کے قبول کرنے کی صلاحیت و استعداد تھی جسکا

نزول بے واسطہ حضرت خداوندی سے ہوا کرتا تھا یہ آتینا لا رحمۃ

سے روشن ہے۔

تیسرا مرتبہ اس امر کی خصوصیت کو دکھا رہا ہے کہ مقام عندیت

سے رحمت خاص کی یا ذن حاصل تھی ۔ یہ رحمۃ من عندنا سے واضح ہے۔

چوتھا مرتبہ حضرت خداوند نے بے واسطہ علوم سکھائے تھے یہ

علمنا کا سے صاف صاف نکلتا ہے۔

پانچواں مرتبہ علوم من لدنی کی دولت عطا ہوئی تھی جس کا

انکشاف من لدنا علما سے ہو رہا ہے۔

اب غور سے دیکھو تو یہ پانچوں مراتب جامع ہیں۔ کمالات کے

کل معنی کو اور شامل ہیں سب درجات و مقامات کی ترقی کو اب اگرچہ یہ

کہ اس کی پوری تشریح اور تفصیل اس مکتوب میں کیلئے تو یہ ناممکن ہے

خلاصہ یہ ہے کہ شیخ و مقتدا کا کمال یہی ہے کہ اسمیں یہ خصائص موجود ہوں

اور وہ ان صفتوں کے ساتھ موصوف ہو اور اسکو مراتب کی سیر حسب ہو

یا یوں سمجھو کہ جتنے بہتر مقام اور جتنی پسندیدہ خصلتیں قرآن مجید یا حدیث شریف

میں مذکور ہیں اس شخص میں پائی جائیں تا کہ شیخی و مقتدائی کے لائق وہ سمجھا

جائے۔ اب اس بات کو بھی سنو اور سمجھو کہ وہ پانچوں مقام کس وقت حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) مقام عبدیت اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب سالک ما سویٰ اللہ کی بندگی اور پرستش سے آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ مرتبہ ذات کی عبدیت ہونا آسان نہیں ورنہ عبادنا کی دولت سے مالا مال ہونا کھیل تماشا نہیں (۲) اتیناہ رحمۃ کی سعادت اُسی وقت ملے گی اور بیواسطہ قبول حقائق کی استعداد اُسی وقت حاصل ہوگی جب صفات بشریت بہمہ وجوہ نکل جائیں گے۔ (۳) رحمۃ من عندنا کے صدر پر اسی وقت جگہ ملے گی جب تخلقوا باخلاق اللہ سے آراستہ ہوگا یعنی رحمت و شفقت وغیرہ خلق اللہ پر ایسی پیدا ہو جائے کہ اپنا عیال سمجھنے لگے اور مقام پیری میں اس کے صفات الوہیت کی تجلیاں پرتوفگن ہونے لگیں (۴) علمناہ کی کرامت سے کرم اسی وقت ہوگا جب دل کی تختی سے عقلی سمعی حسی علوم ڈھل جائیں گے (۵) علم من لدنی اسی وقت عطا ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے ذات و صفات و افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ عرفت ربی

مراتب اسی معنی کو ظاہر کرتا ہے۔ (یعنی اپنی ذات میں تجلی ذاتی اپنی صفات میں تجلی صفاتی اپنے افعال میں تجلی افعالی کا ظہور دیکھ کر مجھے عرفان خدا حاصل ہوا) اور حضرت عیسی علیہ السلام کے اس قول سے بھی اسی معنی کا ثبوت ہے کہ لن یلج ملکوت السموات والارض من لم یولد مرتین یعنی سالک کو جب تک ولادت دوم حاصل نہ ہوگی علم من لدنی سے مشرف نہ ہوگا کیونکہ جو شخص ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے وہ اس جہان کی سیر کرتا ہے اور جو شخص اپنے سے پیدا ہوتا ہے (یعنی اوصاف بشریہ سے باہر آکر موحد حقیقی بنجاتا ہے) وہ اس جہان کو دیکھتا ہے۔ دنیا و عقبی سب کی حقیقت اس کی نظر کے سامنے ہوتی ہے۔ من لم یولد مرتین اس شان کو بتا رہا ہے۔ (جتنے مراتب و درجات و مقام و صفات بیان ہوئے باوجود ان کے مقام شیخی و مرتبہ مقتدائی کا کمال دکمال یہ ہے کہ اس کی حد بندی نا ممکن اسکا انحصار دشوار اسکا شمار محال کیونکہ شیخی و مقتدائی اس عمامہ اور بڑی داڑھی کا نام تو ہے نہیں شیخ و مقتدا تو درحقیقت اس معنی کو کہتے ہیں جو مقعد صدق میں مقام عندیت لے مزے لوٹ رہا ہے اور عنایت و عزت حق عز و جل اس پر سایہ فگن ہے اور اسطرح اسکو دامن تفقت

نے ڈھانپ لیا ہے۔ کہ اولیائے تحت قبائی کا یعرفہم غیری
کا مصداق بنگیا ہے۔

رباعی

مردان رہش زندہ بجان دگراند   مرغان ہوائش زآشیان دگراند
منگر تو بدین چشم برایشان کایشان   بیرون ز دو کون زجہان دگراند

ان باتوں کو سنکر تم بہت شش و پنج میں آ گئے ہو گے۔ دل گھبرا گیا ہو گا اور خیالات منتشر ہو گئے ہوں گے۔ دیکھو ابھی ابھی تمہارے کل شبہات اس سوال و جواب سے حل ہو جاتے ہیں۔ سوال مبتدی کو ایسا کامل و اصل شیخ و مقتدا کہاں اور کیونکر پا سکتا ہے اور غریب مبتدی کو ایسے منتہی کی متابعت کا موقع کسطرح ملسکتا ہے اور ایسے رسیدہ شخص کی شناخت بیچارہ کون آنکھ سے کر سکتا ہے۔ مزید براں مبتدی کو اسکا حق بھی نہیں دیا گیا ہے کہ اپنے رکیک عقل سے مردان خدا کو جانچے اور اپنی کم بیں نظر کا نشانہ واصلان و مقربان درگاہ کو بنائے۔ اور اس کی اجازت بھی نہیں دی گئی ہے کہ جو شیخ و مقتدا ہونے کا دعوی کرے اسکا مقلد بنجائے۔ ایسی حالت میں کیا صورت ہے کہ مبتدی اس بات کو جانے کہ فلان شخص مبتدی ہے یا فلان شخص محقق کامل و منتہی ہے اور

اور ایسا پہنچا ہوا ہے کہ اسکی اقتدا کر سکتا ہے۔

جواب: جس طالب کے مقدر میں جسقدر رسائی لکھی ہوئی ہے اس کے اسباب و آلات بھی ایسے مہیا ہوتے ہیں جو مہیا ہونے کا حق ہے اور اس کی ہمت مردانہ بھی ایسی محرک ہوتی ہے کہ اسکی راہ میں ایک تنکا بھی حائل نہیں ہوتا۔ جسطرح ایک طالب العلم کے نصیب میں جسقدر علم ہے اس علم کے حاصل کرنے کے لئے ازل ہی میں طلب بھی دیدی گئی ہے اور اس کے اسباب بھی مقرر کر دیئے گئے ہیں یہاں تک کہ جب اسکا وقت آتا ہے تو سامان بھی مہیا ہو جاتے ہیں اور کوئی مانع و حارج سد راہ نہیں ہوتا ہو بہو اسی طلب کے لئے بھی ویسا ہی سمجھو۔

سوال۔ کیا کوئی خاص بات ایسی ہے جس سے مدعی کو مدعی محقق کو محقق سمجھیں اور اہل کو اہل نا اہل کو نا اہل جانیں۔

جواب۔ اسکی علامتیں تو بہت ہیں مگر عبارت میں لانا دشوار ہے کیونکہ ایسے الفاظ نہیں جو سب علامتوں کو گھیر لیں۔

سوال: یا قطعی فیصلہ کن کوئی ایسی بات ہے کہ جس کے موجود رہنے سے محقق پائیں اور نہ موجود رہنے پر مدعی تصور کریں۔

جواب ۔ اس قسم کی کبھی کوئی بات کسی نے نہیں کہی ہے ۔ الحاصل
جس پر ازل ہی میں عنایت کی نظر ہو چکی ہے کہ العنایۃ قبل الماء
والطین وہ طالب ابتدا ہی میں بفحوائے والذین جاھدوا فینا
قدم راہ طلب میں رکھتا ہے اور عنایت ربانی کے جذبات کی کچھ ایسی
کشش ہوتی ہے کہ حرص و ہوا اور لذات و خواہشات نفسانی سے
دل اسکا پھیر جاتا ہے ہمہ تن متوجہ حضرت صمدیت کی طرف ہو جاتا ہے
عنایت سابق و تقدیر ازلی بمصداق لنھدینھم سبلنا ایک شیخ واصل
ومقتدائے کامل کا جمال اس کے آئینہ دل میں ظاہر کرتی ہے ۔ اب یہاں
پر صرف ایک بات قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ جس شیخ کا جمال طالب
کو اپنی طرف کھینچے اس شیخ کو سالک ہونا چاہیئے ۔ مجذوب نہیں کیونکہ مجذوب
پیر بنانے کے لائق نہیں ہوتے ۔ ان کے مقامات بیہوشی میں طے ہوتے ہیں
اور سالک ہر ہر مقام سے آگاہ رہ کر منزل مقصود کو پہنچا ہوا ہوتا ہے
اگرچہ جذب اس کے راہ لوازمات میں سے ہے مگر سالک کا مجذوب ہونا
اور ہے مجذوب مطلق کا مجذوب ہونا دوسری حیثیت رکھتا ہے ۔ خیر
جب خوش نصیبی سے ایسا ہوا کہ شیخ سالک کا جمال دل نے مشاہدہ

گر لیا ہے پھر اب تاب کہاں فوراً طالب جمال شیخ و دلائت شیخ پر
عاشق ہو جاتا ہے اور سارا قرار و آرام اسکا جاتا رہتا ہے ہر
وقت ایک دھن بندھ جاتی ہے اور تلاش پیدا ہو جاتی ہے
کہ ان بزرگ کو کہاں ڈھونڈیں کہاں پائیں یہانتک کہ پالیتا
ہے اور پیر کے ساتھ عشق ورزی کر دیتا ہے سمجھ لو کہ یہی بیقراری
اور یہی عاشقی مرید کی ساری سعادتوں کی کنجی ہے اور حقیقت حال
بھی یہی ہے کہ جب تک مرید شان دلائت پر شیخ کے عاشق ہوگا
اور اپنے کو اسکا پورا پورا محکوم نہ بنا دیگا اور اس کے ارادہ
کے تحت میں کام نہ کریگا پیر کامرید اسکو نہ کہیں گے بلکہ اپنی خواہش
و مراد کا مرید اسکو کہیں گے اسی وجہ سے بزرگوں کا مقولہ ہے
کہ الارادۃ ترک الارادۃ اسی معنی کے راز کو کیا خوب
کہا ہے۔

رباعی

ای دل اگرت رضاء دلی بر باشد آں باید کرد و گفت کو فرماید
گر گوید خوں گری مگو از چہ سبب در گوید جاں بدہ مگو چوں شاید

یہاں پر ایک مسئلہ اور بھی سن لو۔ مشائخ طبقات مرید کس کو

کہتے ہیں اور مراد کسکو اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعضوں کا
یہ خیال ہے کہ جب کوئی کسی بزرگ صاحب ولائت کی صحبت
میں رہا اور اس کے حرکات وسکنات کی اسنے متابعت کی تابع
مرید ہوا۔ متبوع مراد وشیخ ہوا۔ اور بعضوں کا خیال
یہ ہے کہ مرید اسکو کہتے ہیں جس کے سر پر کوئی شیخ صاحب
ولائت یا عارف یا عالم قینچی چلادے اور اسکو قبول کر لے
اب جس کے سر کے کچھ بال تراشے گئے اسکو مرید کہتے ہیں اور
جس نے بال تراشے اسکو مراد وشیخ کہتے ہیں۔

بہر کیف اس مکتوب کو دیکھ سُن کر تمکو یہ شبہہ پیدا ہوا ہوگا
کہ آدمیان گم شدند۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں ایسا خیال کبھی نہ کرنا
بزرگان دین ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ ہر وقت اللہ
تعالے کے بہت سے ایسے بندے ہیں کہ بمتابعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا کائنات سے ترقی کر چکے ہیں۔ اور تجلیات صفات
جمالی وجلالی میں ان کی ہستی گم ہو چکی ہے اور اس مرتبہ پر پہنچ
چکے ہیں کہ فاذا احببتہ کنت لہ سمعاً و بصراً و ید ا

ولیسا نا ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر ہمت و شفقت کی
نظر بیگانہ پر ڈالدیں تو وہ یگانہ ہو جائے اور اگر عاصی کی
طرف متوجہ ہو جائیں تو وہ مطیع ہو جائے اور تخت ولائت
پر اسکو جگہ مل جائے۔ اس قوت کا سبب یہ ہے کہ یہ وہی چاہتے
ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔ رضائے الٰہی میں ان کی ذات وقف
ہوتی ہے اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ من کان اللہ کان اللہ لہٗ
بزرگوں کا قول ہے کہ کوئی بقعہ و مقام ایسا نہیں ہے جہاں ایک
صاحب ولائت نہیں ہے جنکے بدولت ہوتے ہیں سب اسکی
پناہ اور سایہ دولت میں زندگی بسر کرتے ہیں ظاہر میں دیکھ
لو کہ خلیفہ و سلطان ہر عصر میں ایک ہی ہوتا ہے۔ حدیث
میں ہے کہ ہمیشہ ہماری اُمت میں تین ہزار چھپن ولی موجود
رہتے ہیں انہیں کے دم قدم کی بدولت عالم قائم رہتا ہے
راحت و رحمت اہل زمین پر انہیں کی برکت سے نازل ہوا
کرتی ہے۔ حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ ان کی صفت کیا ہے
ارشاد ہوا کہ الزاھدون فی الدنیا والراغبون

فی الاٰخرۃ و الراضون لقضاء اللّٰہ و تن رہ

اے بھائی اب ایک دوسری کہانی سنو۔ جو چیز جسکو ملنا تھی ازل ہی میں مل چکی۔ اور جسکو جہاں جہاں پہنچنا تھا ازل ہی میں پہنچ چکے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ یہاں آکر کوئی آدمی نیا کام کرتا ہے نہیں نہیں وہی کام کرتا ہے جس پر قلم چل چکا ہر شخص قدم مارتا ہے اور کام نکلنے کا ایک بہانہ ہو جاتا ہے۔

م جانتے ہو گے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کو ہر نبوتا اس جہان یں جو تشریف لائے وہ تم لوگوں کا کام لے کر آئے ہرگز نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ اسلئے تشریف لائے تھے کہ تمہارے دل کی آگ بھڑکا دیں اور تمہارے نصیب کا فیصلہ کر دیں تم یقین جانو کہ جو کچھ ہوتا ہے تقدیر ازلی سے ہوتا ہے۔ آسمانی کتابیں پیغمبران مرسل یہ سب کے سب ذریعہ اور وسیلے ہیں درحقیقت ٹھیک ٹھیک تقدیر کے موافق کام ہوا کرتا ہے انہیں باتوں پر نظر کرکے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ واہ رے شان بے نیازی صدیقوں کے

دلکو تیغ قہر سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور ان کے جگر کو ایک قطرے
کے انتظار میں پانی پانی کر دیا مگر کسی کو شربت دیدار نصیب
نہ ہوا۔ اللہ اللہ ناز معشوقانہ کی کوئی حد بھی ہے ایک بار
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دلمیں آیا کہ اسوقت تو بندہ
درگاہ ہی کی ذات اس مرتبہ پر نائز ہے کہ خود بدولت سے
ہم کلامی کے مزے لوٹتی ہے۔ ندا ہوئی کہ آپ کہاں ہیں اس
پر بھولے ہوئے ہیں ذرا اس عصا کو پتھر مار کر تو ہمارے ایک
ادنیٰ کرشمے کا تماشہ دیکھئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے اپنے عصا کو پتھر پر مارا کیا دیکھتے ہیں کہ اسی طرح کے لاکھوں
موسیٰ ہیں کہ عصا ہاتھ میں ہے اور کلاہ سر پر ہے اور ارنی
ارنی کی رٹ لگائے ہیں۔

والسلام

ساتواں مکتوب

ارادت کے بیان میں

برادرم شمس الدین۔ تم جانتے ہو کہ ارادت کس کو کہتے ہیں ارادت دل کی اس میلان کا نام ہے جو خیال کو ایک خاص چیز کی طرف جانے اور ایسی تحریک پیدا کرے جس سے قصد طلب ظاہر ہو یعنی اس چیز کی تلاش میں لگا رہے۔ اب اس بات کو دیکھو کہ جو چیز مراد و مقصود ہے وہ کیسی ہے اگر اعلیٰ ہے تو ارادہ بھی بہتر و برتر ہے اسلئے حقیقت ارادت کی یہ شان کہی گئی ہے کہ ہر قسم کی آمیزش دینی دنیاوی اغراض و تغیر و تبدل زمانی سے پاک ہو اور اسباب و وجوہات کی رکاوٹیں اسمیں حائل نہ ہو سکیں اور کسی طرح کی خواہش اسپر غالب ہو کر اسکو منقطع نہ کر سکے بلکہ وہ آدمی جسمیں ارادت کی جلوہ گری ہوتی ہے ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف

حضرت الہیت کیجانب متوجہ ہوجائے اور جب تک منزل مقصود تک نہ پہنچے ہرگز ہرگز دم نہ لے۔

مثنوی

تابہشت و دوزخت درہ بود　　جاں توزیں راز کے آگہ بود

چوں بروں آئی ازآں ہر دو مقام　　صبح ایں دولت بروں آید تمام

بھائی حق تعالیٰ کی ارادت کی منزل ایسی اچھوتی پاک و صاف منزل ہے کہ اپنی راہ میں ایک تنکا بھی پسند نہیں کرتی اور نہیں چاہتی کہ کسی غیر چیز کا سایہ بھی اس سرزمین پر پڑے ایسی لطیف ارادت میں کسی قسم کی شرکت ہو اس کی گنجائش کہاں لیکن انسان پھر انسان ہی ہے اس غریب کو ہزار قسم کے آفات وبلا کا سامنا ہوتا ہے اس کی ارادت ذرا مشکل سے درست ہوسکتی ہے بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کے دلمیں صحیح ارادت پیدا ہی نہیں ہوتی بعض آدمی ایسے ہیں کہ ارادت میں تو ضعف نہیں ہوتا مگر کمزوری قوی اور دیگر موانع کے باعث ہر ایک شائبہ سے ارادت کو پاک و صاف نہیں کرسکتے۔ بعض آدمی ایسے ہیں کہ درستی ارادت کے بعد مراد کو دور پاکر تھک کر

بیٹھ جاتے ہیں اور دل ہار دیتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ اہم امر تو یہ ہے کہ ریا و عجب صاحب ارادت کا پیچھا نہیں چھوڑتے ادھر مریدی کی شان اسمیں آئی اور اسنے گردن جھکائی فوراً ہی سر اوٹھا کر کہنے لگا کہ واہ رے میں۔ پھر کیا تھا یہ تمنا بھی پیدا ہونے لگی کہ ساری دنیا مجھے غوث قطب ولی کہے اور سمجھے اللہ اللہ بھائی مرید صادق وہی ہے جس کی ارادت ہر ایک آمیزش سے پاک ہو نہ اسمیں دنیا طلبی ہو نہ درجات عقبیٰ کی تمنا ہو صرف اللہ کی ارادت ہو اگر ذرہ برابر بھی دوسرا لگاؤ باقی ہے تو ارادت ناقص کی ناقص رہے گی یہاں پر نہایت مناسب ایک مثال ہم پیش کرتے ہیں جس سے پوری تشفی تمہاری ہو جائے گی دیکھو غلام مکاتب ہوتا ہے یعنی اسکے مالک نے اس کو کاغذ لکھکر دیدیا ہے کہ جسوقت تو اتنا روپیہ دیدیگا آزاد ہو جائے گا۔ اگر اس غلام نے مثلاً منجملہ ایک ہزار روپے کے نو سو ننانوے روپئے بھی ادا کر دے اور ایک روپیہ بھی باقی رہ گیا تو غلام ہی رہے گا آزاد نہیں ہو سکتا۔ المکاتب عبد و ان

بھی علیہ درہم مسئلہ شریعت ہے اور یہی رنگ ارادت کا بھی ہے اب سنو طریقت میں ارادت کا وہی درجہ ہے جو درجہ نیت کا شریعت میں ہے جسطرح شریعت کی عبادت بے نیت کے قدر نہیں رکھتی اسی طرح طریقت میں جو حرکت بغیر ارادت کے ہو گی اسکا کچھ وزن نہو گا تم اسکو جانتے ہو کہ ارادت کی کتنی قسمیں ہیں۔ ارادت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ارادت دنیا یعنی دن رات دنیا طلبی آدمی مستغرق رہے یہ ارادت سراپا آفت اور مرض مہلک ہے جہاں مبتدی کے دل پر اس ارادت کا غلبہ ہوا نہ اس سے کوئی نیکی ہو سکتی ہے نہ دین کا کام ہو سکتا ہے ساری عمر اسی دنیا طلبی میں ضائع کریگا نتیجہ یہ ہو گا کہ قیامت کے دن سعادت و راحت جاودانی سے محروم رہے گا وحیل بینہم و بین ما یشتھون میں اسی اشارہ ہے بزرگان دین کا مقولہ ہے کہ جس مرید کا دل ابتدا میں دنیا کی طرف رہے گا اس سے صلاح و تقویٰ کا کام نہیں ہو سکتا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ طمع و حرص دنیا دین کی ایک سخت

مضر چیز ہے یہانتک کہ جو شخص قوت وقت سے زیادہ کا طالب ہے ممکن ہے کہ قیامت کے دن یہ طلب اسکی حسرت وندامت کا باعث ہو۔

(۲) ارادت آخرت یعنی آدمی دنیا کو ہیچ سمجھ کر درجات آخرت وسعادت ابدی کا خواہاں ہو اور یہ اس کو اسقدر مرغوب ومحبوب ہو جائے کہ اس کے لئے مجاہدہ وریاضت اختیار کرے اور اپنی زندگی کو اسی کی طلب میں وقف کرئے تاکہ قیامت کے دن مراد حاصل ہو یہ ارادت زہاد وعباد کا حق ہے اسکا نام رغبت ورہبت ہے۔ قرآن مجید نے خبر دی ہے کہ منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ۔ سبحان اللہ ارادت آخرت کا کیا کہنا ہے وہ کہیں افضل وبہتر ہے دنیا کی ارادت کو اس سے کیا نسبت آخرت باقی دنیا ئے دنی فانی ان دونوں طلب سے نتیجہ نکلا کہ طامعان ناعاقبت اندیش مریدان دنیا ہیں اور متقیان خیر طلب مریدان عقبیٰ ہیں۔

(۳) ارادت حق جب دیدہ بصیرت کھل جاتا ہے اور

نظر دوربین ہو جاتی ہے تو صاف نظر آتا ہے کہ جتنی چیزیں
کُن کی تحت میں ہیں مخلوق و فانی و ذلیل ہیں اور ذلیل و مخلوق
کا اتنی سرزنش کے بعد حاصل کرنا سوائے ذلت کے اور کیا
نتیجہ نکل سکتا ہے حکم کُن کے تلونات کو کیا دیکھتے ہو رکون
کون اللہ تعالیٰ کی عزت کو دیکھو اور عزت کی ارادت کا جو
آسمان ہے وہاں پہنچو تاکہ دونوں جہاں میں عزت پیدا ہو
قرآن قدیم کیا کہہ رہا ہے نحو سکو من کان یرید العزۃ
فللّٰہ العزۃ جمیعا۔ آمدم برسر مطلب جو شخص مرید حق ہے
وہ دنیا کو ترک کر دیتا ہے اور آخرت پر قناعت نہیں کرتا
بلکہ سوائے مراد و مقصود کے جو کچھ اس کے آگے آتا ہے سب کو زتا
رویت اپنی راہ کا سمجھتا ہے جیسا کہ ایک بزرگ سے سوال کیا گیا کہ
ما الطاغوت فقال ما شغلک عن الحق فھو طاغوتک
یعنی جو چیز تمکو حق کی طرف سے روکے اور اپنی طرف متوجہ کرے
وہی اس راہ میں بت ہے۔ مرید کو چاہیئے کہ کمر ہمت جان جی
دھو کر باندھے اور مردانہ وار دین کی راہ میں قدم رکھے اور

کسی پیر مشفق کی اقتدار کرے تاکہ وہ پیر سلوک راہ طریقت میں
اس کی مدد کرتا ہے اور اسکو منزل کی آفت سے خبر دیتا رہے
اسمیں خوبی یہ ہے کہ مرید کی منزل کہیں پر کھوٹی نہیں ہوتی ہے
اور قصور و فتور میں مرید نہیں پڑتا ہے۔ سچ پوچھو تو مرید کیلئے
اس سے بڑھ کر کوئی مہم نہیں ہے کہ پیر مشفق کو یہ ڈھونڈ کر نکالے
بغیر پیر کے کام نہیں چلتا۔ دیکھو کھیت میں جو خبر گیری اور محنت
سے دانہ ہوتا ہے۔ اور خدمت و نگرانی سے درخت پھل دیتا ہے
وہ بات خود رو پودے میں نہیں ہوتی ہے اول تو خود رو درخت
اکثر پھل نہیں دیتے اور اگر پھل دیتے بھی ہیں تو ویسے مغز دار و
مزیدار نہیں ہوتے اسی طرح جو مرید حق کا طالب ہے اور ویسا پیرا
ہے اس کے کل احوال قلبی اور کل معاملات دینی سب کے سب
طبعی اور رسم و عادت کے درجہ میں ہیں بلاغت اور نضج
اور ترقی کی امید اُن سے فضول ہے ظاہر یہ بات ہے کہ
مرید شروع شروع صلاح و فساد کو اپنے کیا سمجھ سکتا ہے اس
کی حالت ایک بیمار سے ملتا ہے اگر بیمار نے اپنے علاج پر

استغنا کیا تو سمجھ لو کہ گیا گذرا بیمار کو تو لازم ہے کہ ایک لائق
طبیب کی طرف رجوع کرے تاکہ طبیب اسکا علاج کرے ہم تو ایسا
سمجھتے ہیں کہ جس طرح اُمت کیلئے پیغمبر کی ضرورت ہے اور
طفل شیر خوارہ کے لئے دایہ و تعلیم کی حاجت ہے اور بیمار کے لئے
طبیب پیاسے کے لئے پانی بھوکے لئے روٹی مرید کے لئے پیر مشفق
کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہ پیر واصل ہو سلوک کی باریکی و تاریکی
منزل سے واقف ہو تاکہ مرید کی صلاح و فساد راہ سے آگاہ
کرسکے اور جیسی بیماری ہو ویسی دوا دے سکے اور بہتر علاج
کرسکے اس راہ میں مرید کا خود سے چلنا اپنے کو ہلاک کرنا ہے
بزرگوں نے اس غلط فہمی کو یوں دفع کیا ہے اور کہا ہے کہ صرف
تصوف وغیرہ کی کتاب دیکھکر منزل طے نہیں ہوسکتی ہے ایسا
قاعدہ نہیں رہا ہے یہ خیال ایسا ہے جیسے مردہ شخص سے کوئی
آدمی تعلیم و تربیت چاہے اسکا حاصل یہی ہوگا کہ دل اور مردہ
ہوجائے گا نظم عالم یوں ہے کہ متعلمان علما کی اقتدار کریں تابعان
پیغمبروں کی متابعت کریں مریدان پیران صادق کے ساتھ

وابستہ ہو جائیں تاکہ نجات کی صورت نکلے بزرگوں کا مقولہ ہے کہ طریقت میں جو شخص اپنی رائے پر قناعت کریگا اور تنہائی کو صحبت پر ترجیح دیگا تو وہ ایک بت پرست اور مغرور ہے چاہیے کہ وہ دولتمند ہو یا فیروز بخت ہونا ممکن ہے مسئلہ اسمیں شک نہیں کہ پیر کی اشد ضرورت ہے اور ہزاروں فائدے اس کی بدولت ہوتے ہیں مگر یہ ممکن نہیں کہ جو شخص ازلی سرکش اور مردود ہے اسکو پیر مرید صادق بنادے جیسا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام مہجوران ازلی کو مومن مخلص نہ بنا سکے۔ ہاں حق تعالیٰ نے اسلام کی بدولت جس کے نصیب میں رکھی تھی وہ دولت متابعت میں ظاہر ہوئی۔ اسی طرح اگر تصوف اور پیر طریقت کی نعمت تقدیر میں مرید کی ہے تو پیر کی صحبت اور خدمت سے ملجائے گی سنت الٰہی اسی طور پر جاری ہے اب تو ارادت اور ارادت کی حقیقت تم خوب سمجھ گئے ہوگے اس کے بعد یہ بھی سنلو کہ صادقوں کی ارادت مخلصوں کی نیت ہم تم نہیں لا سکتے اور یہ کام ہمارا تمہارا نہیں ہے ہاں سچ پوچھو تو ہم سے تم سے زنار داری اور بت پرستی کا

حق بھی ادا نہیں ہو سکتا ہم کو تم کو کلیسا تبخانہ میں جگہ نہیں مل سکتی اور کوئی بت یا تبکدہ ہم کو تم کو قبول نہیں کر سکتا جھوٹ جھوٹ انچ کو یکتائے روزگار سچا مسلمان مومن نیکو کار نہ کہیں تو کیا کریں۔ مخلصین اور صادقین میں شمار نہ ہوں نہ سہی مدعی اور کاذبوں میں تو گنتی ہوگی۔

شعر

گر دستہ گل نیاید از ما ہم ہیزم دیگ را نشا یم

بزرگوں کا قول ہے کہ واللہ باللہ اس درگاہ میں جھوٹ جھوٹ بھی پڑا رہنا اس سے اچھا ہے کہ دوسری درگاہ میں سچائی کے ساتھ سر رگڑا کریں کم سے کم دوسری بارگاہوں میں یہ لم لگی ہوئی ہے کہ اگر کامیابی نہ ہوئی تو سراسر ذلت ہے اور دربار تو ایسا ہے کہ بہر حال حاضری سرفرازی ہے یہاں کی ذلت عین عزت ہے دوسرے یہ بات اگرچہ شاذ و نادر ہے مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی خاص دھن میں جا رہا ہے ناگاہ ارادت حق محرک ہوگئی اور کمند طلب گردن میں ڈال دی گئی بے سمجھے بوجھے اور بے بلائے آدمی ادھر کھنچ جاتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ دھی

صورت ہے ہاں یا نہیں اگر خدانخواستہ طلبی نہ ہوئی تو اُمیدوار رہو اور اگر طلبی ہو گئی تو ڈر کی کوئی بات نہیں ڈرتے رہو دیکھو تو سہی غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اور تقدیر کیا دکھاتی ہے

والسلام

آٹھواں مکتوب

ولی کے بیان میں

برادرم اعز قاضی صدرالدین رزقہ اللہ محبتہ اولیا تمہیں معلوم ہو کہ ولی فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ فاعل اسکا وہی ہستی ہو گی جس سے ہمیشہ طاعتیں وجود میں آئیں اور گناہ سرزد نہ ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فعیل مفعول کے معنی ہیں ہو ایسی صورت میں ولی وہ ہو گا جو خداوند عزوجل کے افضال واحسان کا ہر وقت وہمہ دم مورد بنا ہے۔ یعنی ولی بہرحال جملہ دینی صعوبتوں اور گناہ سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ گناہ کا ارتکاب سخت ترین محنت

ہے۔ ولی کو حق تعالیٰ ہر طرح کی ذلت و معصیت سے بچائے رکھتا ہے۔ جس طرح پیغمبر کی یہ شان ہے کہ معصوم ہے اسی طرح ولی وہ ہو سکتا ہے جو محفوظ ہو یہ بھی سمجھ لو کہ معصوم اور محفوظ میں کیا فرق ہے۔ معصوم اُسے کہتے ہیں جس سے کبھی کسی قسم کا گناہ سرزد نہ ہوا ہو۔ اور محفوظ اُسے کہتے ہیں کہ شاذ و نادر کبھی اس سے گناہ ہو جائے مگر اس گناہ پر اسکو اصرار نہ ہو۔ اولئک الذین یعملون السوء بجہالہ ثم یتوبون من قریب۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جتنے صفات حمیدہ اور پسندیدہ خصلتیں بیان کی جا سکتی ہیں وہ اولیاء اللہ میں ہونی چاہیئے۔ فیقال الولی من فیہ ھذہ الخصلہ تو معلوم ہوا کہ وہی شخص ہوگا جس میں صفات حمیدہ و خصلت پسندیدہ پائی جائیں بزرگوں نے کہا ہے کہ ولی وہ شخص ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی بندگی میں سستی نہ ہو اور خلق کی خدمت میں دیر نہ لگائے اور نہ اس سے ہچکچے۔ اس کی اطاعت دوزخ کے ڈر سے یا آخرت میں بہشت کی اُمید و طمع سے نہ ہو اس کی نگاہ اپنی بڑائی پر نہ پڑے اور نہ اپنے اعمال کی کچھ

وقعت یا قدر و قیمت اس کی نظر میں ہو۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے

آنانکہ رہ عالم توحید بہ بیدند بیہوش سوئے عالم توحید دویدند

در نفی چو دیدند ہمہ معنی اثبات اثبات بماندند ہمہ نفی گزیدند

مشائخ رضوان اللہ کے اس بارہ میں اشارتاً اقوال ہیں خواجہ عثمان مغربی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ الولی قد یکون مشہورا ولا یکون مفتونا ولی مشہور ہوتا ہے مفتون نہیں ہوتا اور ایک دوسرے بزرگ کا قول ہے کہ الولی قد یکون مستورا ولا یکون مشہورا ولی مستور ہوتا ہے مشہور نہیں ہوتا یعنی اپنی شہرت سے گریز کرتا ہے اس کے یہ معنی ہوئے کہ جس شہرت میں فتنہ ہو اس سے محفوظ ہو اور عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی معنی کو ملحوظ رکھ کر فرمایا ہے کہ اس کی شہرت بغیر فتنہ کے ہو کیونکہ فتنہ کے اندر کذب بھی شامل ہے اور ولی اپنی ولایت میں صادق ہوتا ہے اس دور میں فتنہ خود دور رہتا ہے۔ نقل ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرید سے پوچھا تم چاہتے ہو کہ اللہ کے ولی ہو جاؤ مرید نے عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا

لا ترغب فی شیٔ من الدنیا والاخرۃ وفرغ نفسک

للہ وقبل بوجھک علیہ) دنیا اور عقبیٰ کی طرف رغبت نہ کرو

اور خداوند تعالیٰ کی دوستی کے لئے اپنے نفس کو جملہ علائق

سے فارغ کردو اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔ جس وقت

یہ اوصاف تم میں موجود ہوگئے تم ولی ہوگئے۔ **قطعہ**

بگذار تو خویش را دانگاہ ‏ ‏ ‏ در عالم ما بما سفر کن

بر بند تو چشم از دیدن ‏ ‏ ‏ در حضرت ما بما نظر کن

بس جان عزیز خویشتن را ‏ ‏ ‏ اے خوار بدہ ز ما خبر کن

در عالم خویش ہرچہ بودت ‏ ‏ ‏ ایں ہیچ بروے آں بدر کن

یہ جو میں نے کہا اسکو تم کچھ سمجھے یا نہیں سنو خداوند تعالیٰ

نے ولیوں کو اپنی دوستی اور ولائت کے لئے منتخب کرلیا ہے اور

یہی ولی اللہ تعالیٰ کے ملک کے والی ہیں۔ اور مقبول بندے

ہیں اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا اظہار اس عالم میں انہیں کے ذریعہ

اور واسطے سے کرتا ہے اور انہیں طرح طرح کی کرامتوں کے ساتھ

مخصوص کرلیتا ہے اور طبعی بلاد آفت سے انہیں پاک کرکے

نفس کی اتباع سے آزاد کر دیتا ہے ان کی ہمت کا تقاضا سوائے ایک مقصود کے دوسرا نہیں ان کا انس اس کی ذات کے سوائے دوسرے کے ساتھ نہیں۔

ولی آج سے پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ اس مسئلہ میں دو گروہ کو اختلاف ہے۔ ایک معتزلہ کو کہ وہ ایک مومن پر دوسرے مومن کی فضیلت اور تخصیص سے انکار کرتے ہیں اور دوسرے حشوی کو یہ اگرچہ ایک مومن کی دوسرے مومن پر تخصیص جائز رکھتے ہیں۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ ایسے لوگ پہلے تھے اب نہیں ہیں۔ اور نہ ہوں گے ماضی سے اقرار مستقبل سے انکار اسکا کوئی حاصل نہ ہوا کیونکہ مستقبل کا انکار عین ماضی کا انکار ہے آئندہ کا انکار اس گذشتہ کے اقرار کو بھی بیکار کر دیتا ہے۔

اب سنو خداوند تعالیٰ نے بارگاہ نبوت کے دلائل کو آج بھی باقی رکھا ہے اور ان دلائل کے اظہار کے لئے اولیاء ہی کی ذات بابرکات کو سبب ٹھہرایا ہے اور ان کو اس عالم

کا حکمراں بنایا ہے۔ آسمان سے بارشیں انہیں کی قدم کی برکت سے ہوتی ہے۔ انہیں کے احوال پاکیزہ کا فیض ہے کہ نباتات زمین سے اُگتے ہیں کفار پر فتح و نصرت مسلمانوں کو انہیں کی بدولت ہوتی ہے۔ اسی معنی کو کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

قدم در نہ دریں رہ ہیچو مرداں ۔ کہ خدمتگار تست آں چرخ گرداں
زاں کالے کہ جاں ہا جوہر ادست ۔ فلک از دیدہ خاک در اوست
خموشانند در رہ سر نہادہ ۔ زباں بریدہ و در رہ فتادہ
تو خوش خفتہ و ایشاں در رہ او ۔ ہمی بوسند خاک درگہ او

سنو ان ولیوں میں سے چار ہزار ولی ایسے مستور و پوشیدہ ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کی قدر و منزلت کو نہیں جانتے پہچانتے بلکہ اپنے احوال و جمال کی بھی خبر نہیں رکھتے ان کے کل احوال اپنے خلق کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں احادیث میں بھی ہے اور بزرگان دین نے بھی ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ تین سو ولی اہل خدمت ہیں جو میں عام میں صاحب حل و عقد ہیں ان کا لقب اخیار ہے

اور چالیس وہ ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں اس کے علاوہ چار وہ
ہیں جنکو اوتاد کہتے ہیں۔ اور تین وہ ہیں جن کو نقبا کہتے ہیں
اور دو وہ ہیں جن کو نجیب کہتے ہیں۔ اب سب کے علاوہ
ایک ذات وہ ہے جن کو قطب یا غوث کا لقب ہے۔ یہ لوگ
آپسمیں ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں اور دنیا کے کاروبار
میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ احادیث میں ان کا ذکر ہے
اور اجماع اہل سنت اس پر ہے۔ یہاں پر ایک شبہہ ہوتا ہے
اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپسمیں ایک دوسرے کو جانتے
پہچانتے ہیں اور ایک کی ولائت دوسرے پر تمام ہے تو اپنی عاقبت
کی فکر سے مطمئن اور بیغم بھی ہوں گے اور عقبیٰ سے مطمئن ہوجانا تو
درست نہیں جواب یہ ہے کہ ولائت کا علم ہونا اطمینان اور
بیفکری کا مقتضی نہیں کیونکہ مومن کو اپنے ایمان کا علم و یقین ہے
پھر بھی عقبیٰ سے بیفکر نہیں اسی طرح یہ سمجھو کہ ولی کو اپنی ولائت
کی اطلاع ہے مگر عاقبت سے امین نہیں ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے

کہ حق تعالٰی نے درستی اعمال وحفظ گناہ کی وجہ سے بطور
کرامت اسکو حسن خاتمت دعاقبت سے آگاہ کردیا ہو جیسا کہ
عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کو اطلاع تھی اور یہ علم ان کو کچھ
نقصان دہ نہ تھا یعنی ان دسوں اصحاب کے بارہ میں جب
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی کہ یہ بہشتی ہیں تو اس
گواہی نے انہیں خوف خاتمہ سے مطمئن کردیا باوجود اس کے
یہ سب لی گئے خوف خاتمت سے ایمن ہونا ان کا ان کے دین
کو نقصان رساں نہ ہوا اور اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ عشرہ مبشرہ
رضوان اللہ علیہم کو نجات کا علم تو صاحب شرع علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے ارشاد سے ہوا تھا اور آنحضرت صلعم کو بذریعہ
وحی کے پیام معلوم ہوتا تھا اب وہ سلسلہ منقطع ہوچکا دوسروں
کو بلا وحی کس طرح معلوم ہوسکتا ہے جواب یہ ہے کہ خداوند تعالٰی
ولیوں کے دل میں وہ لطافت دی ہے جس کی قوت سے وہ
جانتے ہیں اور یہ بات ولیوں کے سوا دوسروں کو نہیں
ہوسکتی اعدا کا کیا ذکر ہے ان کو کہاں میسر۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے

کہ ولی کو ان کے اسرار کی وجہ خوف عاقبت سے ان کو اللہ تعالےٰ
مطمئن کر دے کیونکہ لطافت سر کی وجہ سے ان کو اس کی تمیز
حاصل ہے کہ فلاں بات بطور کرامت یا عطا کے عنائت ہوئی
ہے اور بالکل حق ہے از قسم فریب یا مکر یا استدراج نہیں ہے
مگر استدراج کے پھندے میں تو وہ پڑ سکتا ہے جس نے کرامت
ہی کو اصل کار سمجھ لیا ہو اور اپنے کو صاحب کرامت جانتا ہو
مگر صاحب ولائت کی تو یہ شان ہے جو کرامت کی طرف
نگاہ بھی نہ کرے اور نہ اپنے کو کبھی اہل کرامت سمجھے جس کو
اللہ تعالےٰ نے صاحب ولائت بنایا ہے وہ کرامت کو کوئی چیز
نہیں سمجھتا اور نہ اپنے کو صاحب کرامت جانتا ہے ہزار خرق
عادت ہوا کرے۔ ولی ہونا اور کرامت پر نظر کرنا ضدیں ہیں
ولی ہوگا تو کرامت پر نظر نہ ہوگی۔ کرامت پر نظر ہوگی تو ولی
باقی نہ رہے گا۔ بزرگوں نے کرامت کو اس حقیر نگاہ سے دیکھا
ہے۔ جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بت بکثرت
ہیں ان میں سے ایک کرامت بھی ہے۔ کفار جب تک بت کی

پرستش کرتے رہیں گے دشمن خدا بنے رہیں گے۔ اولیاء اللہ بھی جب تک کرامت سے منہ نہ پھیریں گے ولی نہیں ہو سکتے۔ عارفون کے لئے کرامت ہی بت ہے۔ عارف اگر کرامت کے ساتھ قرار پکڑے تو جمال خداوندی ہو۔

زاہدان راجنت و فردوس باید بر نگاہ ؛ عاشقان را لذت اندر زندان الستاست بس

لطف این را عام و خاص و نیک و بدیابندہ ؛ قہر او را ہیچ زن کار مردانست بس

اسی مقام کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر ولی کو کرامت وغیرہ کے قسم کی چیزیں عنایت کیں تو اُس کے دلمیں خشوع و خضوع پہلے سے کہیں زیادہ ہو جاتا ہے اور عجز و انکسار بھی ترقی پذیر ہوتا ہے اور خوف و ہراس بھی بحد و حساب پایا جاتا ہے۔ سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس اللہ روحہ ایک سفر میں دریا کے کنارے پہنچے گھاٹ پر کشتی نہ تھی یہ دیکھکر دلمیں خیال ہوا کہ بغیر کشتی کے کسطرح اس پار جاؤں فوراً پانی دو حصہ ہو گیا اور راہ نمودار ہو گئی۔ آپ چیخنے لگے المکر المکر اور واپس چلے آئے۔ سبحان اللہ کرامت کیا بیزاری تھی سنو اسپر ایک واقعہ مزے دار کہ

ولایت اسی وقت صحیح اور درست ہو گی جب دوست جانی
اور حبیب قلبی کے سوا سب اغراض اور سب کا ترک ہو گا
کیونکہ ترک اور اخذ ایک دوسرے کا ضد ہے اور اقبال و
اعراض ایک دوسرے کا مخالف جس نے کرامت کو ایک چیز
سمجھ کر قبول کیا اور اسطرف مشغول ہوا مگر مراد (اللہ تعالے) سے
روگردانی کی اور مقصود کے سوا دوسری طرف رخ کیا
ولا ولایۃ مع الاعراض روگردانی کرنے والے کو ہرگز درجہ
ولایت نہیں مل سکتا۔ اے میرے عزیز بھائی غالباً ہم نے جو کچھ
کہا تم نے گوش دل سے سنا ہو گا ممکن ہے صورت و حقیقت
معاملات پر نظر کرکے کچھ تشویش پیدا ہو گئی ہو اور تم سوچتے ہو
نہ جانے کیا ہو گا نہیں نہیں ہرگز نہیں اس بارگاہ میں تو ناامیدی
کی مطلق گنجائش نہیں ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است
کیا تمہاری نظر اس مہربان کی نظر کرم پر نہیں پڑی ہے ادھر دیکھو
ساری عمر کی تمہاری زندگی کی برائیاں تمہاری نیکی ہو گئیں سبحان اللہ
حکم ہوتا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا

تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔

ذرا دیکھو ہمارے رسول مقبول حبیب کریم صلعم سے یہ شان دربار

کیا کہا جا رہا ہے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ہمارے صرف اس

عنائت پہ محو مو رہے کہ ہم نے اس شان کی نبوت اور اس فرخندہ

کی رسالت آپ کو عطا کی ہے۔ ابھی صرف یہی نہیں ہے آپ تو آپ

ہی ہیں آپ کے غلاموں کو بھی ہم نے خاک سے پاک کر دیا ہے

اور آب کرم سے دھو دیا ہے لیجئے اس وحی مبارک کے مزے لے کر

ذرا ہمارے راز دنیا ز سے ان آلودگان معاصی کو بھی آگاہ کر دیجئے

تاکہ دلیں ان کے قوت ایمان باقی رہے اور نتر مساری گناہ ہو کر

در سے ان کو بھگا کر نہ لیجائے۔ بلکہ امید داری کی ڈوری کو

خوب مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ بیشک ہم ان کے سب قصور معاف

کرنے کو تیار ہیں اگر آپ اپنی زبان معجز بیان سے یہ فرما دیں کہ اے

اللہ تو ان کو بخشدے یعنی فاعف عنھم و استغفر لھم۔

کیونکہ ہزار سب کچھ سہی مگر جب تک آپ نچاہیں گے کہ ان کا

قصور معاف ہو جائے جب تک خواہش نہ ہوگی کہ یہ بخشدئے جائیں

اسوقت تک ہم کہاں کچھ کرنے والے ہیں جہاں آپ کی توجہ ان کی جانب ہو گئی پھر دیکھئے ہم کیا سے کیا کرتے ہیں۔ ہماری رحمت کی موجیں ان کے گناہ کی آلودگی اور نہایات کی پلیدی کو کسطرح دھو دیتے ہیں اور کیسی طہارت دل و صفائی نظر کو حاصل ہوتی ہے کہ ہمارا جمال باکمال یہ دیکھیں گے اور زیر ان کی نظر نہ جھپکے گی ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا کی یہ شان ہے اور مغفرت اسکا نام ہے کسی سوختہ جان نے کیا خوب کہا ہے۔

گر تو کمند عشق در بند شوی ۔۔۔ در درگذری زعشق خرسند شوی

پاکیزہ شود وجودت از لوث گناہ ۔۔۔ تا قابل اسرار خداوندی شوی

سبحان اللہ یہ فقرہ بھی یاد رکھو انہیں الحمد یقین نہ تو نیچے ہی تو تیری بخشش بندہ نہیں خالی غفور ہی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور کا نومیدی کی تمام آبادیوں کو جلا کر خاک سیاہ کرتا ہے اور یاس و قنوط کے درخت کو ساحت وجود سے اکھاڑ پھینکتا ہے واہ واہ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کا راز اس سے کیا تسکین بخش معلوم ہوتا ہے۔

والسلام

نواں مکتوب

ولایت کے بیان میں

برادر اعز قاضی صدرالدین نشر ذہ اللہ بولائتہ۔ تمہیں معلوم ہو کہ ولائت عام ایمان کو کہتے ہیں جو شخص ایمان لایا وہ اولیاء اللہ سے ہوا لیکن یہ ولائت عام ہے ممکن ہے کہ اوامر کو ترک کرے اور نواہی کا مرتکب ہو۔ دوسرا درجہ وہ ہے کہ اوامر بجا لائے اور نواہی سے پرہیز کرے۔ ایسا شخص بھی خدا کے دلیوں میں تو ضرور ہے مگر اس عام ولی مومن کے اعتبار سے اسکو خصوصیت ہے تیسرا درجہ خاص الخاص کا ہے یعنی ولی مومن اوامر کی تعمیل کرے نواہی سے دور رہے اسکے علاوہ اپنے جملہ مراد سے منہ پھیر لے اس کی نگاہ اس پر نہ ہو کہ ہم کیا کریں بلکہ وہ اس تاک میں رہے کہ دوست کیا چاہتا ہے دوست کی مراد کو سب بات پر مقدم رکھے

اپنی خواہش بھی کوئی خواہش ہے اپنی مراد بھی کوئی مراد ہے یہ تو سراسر
شرک ہے کیونکہ ہوا و حرص کی متابعت کفر کی جڑ ہے جیسا کہ قرآن
مجید میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے افرأیت من اتخذ
الٰہہ ھواہ اب یہاں پر ذرا تم شرک کو بھی سمجھو تاکہ غلطی میں
نہ پڑ جاؤ سن لو اس گروہ (مشائخ کرام) کے نزدیک شرک کی
دو قسمیں ہیں ایک شرک جلی اس کی تعریف یہ ہے کہ سوا خدا کے کوئی
دوسرا معبود سمجھا جائے۔ خدا بچائے یہ شرک اصل ایمان ہی کا دشمن
ہے نعوذ باللہ منہا دوسرا شرک خفی وہ یہ ہے کہ اپنی حاجت
کے وقت اپنے دل میں سوا خداوند تعالیٰ کے کسی دوسرے کو اپنی
حاجات کا مکتفی سمجھنا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے
سوا دوسرے کے وجود پر نظر کرنا بھی عارفوں کے نزدیک شرک
ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اپنے احوال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور
اپنے کام میں حیلہ اور تدبیر اختیار کرنا بھی شرک خفی ہے یہ شرک کمال
توحید کا منافی تو ضرور ہے مگر اصل توحید کا منافی نہیں۔ کما قیل

در قلزم وحدت تو چوں افتادم از ہیچ کسے ہمی نیاید یادم

از آدمی و فرشتہ اور وحدت — من بندہ نظر جوئی کم از آدم

سنو! ایک معروف و مشہور بات ہے کہ سرداروں کے ہاں
بہت قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ خاص ہیں کچھ عام۔ ایک
گروہ کے متعلق حکم رقم کا جاری کرنا ہوتا ہے۔ اس کو زیادہ نہیں
ایک گروہ ان سے اور خاص مرتبہ پر ہوتے ہیں جو زیادہ اختیارات
رکھتے ہیں۔ مگر دائرہ اسکا محدود ہوتا ہے۔ ایک گروہ خواص کی
ہمراہ ہیں ایک گروہ اس سے بھی زیادہ خاص ہیں جو ندیم
ہیں اور ایک گروہ ان سے بھی خاص مرتبہ پر فائز ہیں جن سے
راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں۔ ایک گروہ ان سے بھی خاص ہوتے
ہیں جو ایسے دوست ہیں کہ ایک عزیز دوست کا درجہ رکھتے
سردار دوست کے ملک و ملک میں اسطرح تصرف کرتے ہیں
جیسا کہ وہ خود اپنے ملک میں تصرف کرتا ہے دوست کی ملک کو
بالکل اپنی ملک جان کر اسمیں تصرف کرتے ہیں یہ بات اسی وقت
صحیح طور پر پیدا ہوتی ہے اور ایک دوست کے املاک میں دوسرے
دوست کو تصرف کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے کہ جا و بیجا کام کرنے پر

ایک دوست دوسرے دوست کو کسی قسم کا الزام نہ دے چنانچہ شریعت میں بھی اس کی مثال موجود ہے دیکھو باپ کی شفقت وعنایت اپنی اولاد پر بغایت ہوتی ہے اور سچی محبت ہوتی ہے اسلئے اگر باپ کمسنی میں اپنے لڑکے کا عقد کر دیتا ہے تو بعد بلوغ وہ لڑکا اس عقد سے انکار نہیں کر سکتا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے امر واذن میں فرق ہے عالم ادنیٰ کو امر ہوتا ہے اور خاص کو اذن دیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حلت اختیار میں ماذون تھے۔ جسوقت ایک اعرابی نے رمضان شریف کا روزہ افطار کر دیا تھا (تو اسکا فدیہ حسب لیاقت اس سے طلب کیا گیا۔ اس نے معذوری ظاہر کی تو آپنے خود سامان فرما دیا اور فقراء کو دینا چاہا اس نے عرض کی یا رسول اللہ ہم خود ہی سخت حاجتمند شخص ہیں) آپنے فرمایا کلہ و اطعمہ عیالک اور پھر آپنے فرمایا یجزی لک ولا یجزی احد بعدک اس بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپنے رفع شریعت فرمایا لیکن تصحیح شریعت کے لئے عوام کو امر و نہی کے حدود میں بھی رکھا

اور گلۂ دا اطعمۂ عیالک یہ حکم آپ نے کیوں دیا اس لیے تاکہ اپنی
اس دوستی اور خصوصیت کو خلق اللہ پر ظاہر کر دیں اور ان لوگوں
کو دکھا دیں کہ ہم ان خواص میں ہیں کہ دوست کے ملک دملک
میں جو چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں سب کا سب ہمارا فعل جائز
و درست ہی ہوتا ہے خواجہ سنائی رحمۃ اللہ نے مثنوی میں اسی معنی
کی طرف اشارہ کیا ہے

مثنوی

در نیغا جوہرت در زنگ مردہ | بزنگار طبیعت زنگ خوردہ
ازاں بر ملک خویشتت نیست فرماں | کہ بود نت ہست بر جای سلیماں
اگر حال کنی آں انگشتری باز | بفرماں آیدت دیو و پری باز
تو شاہی ہم در آخر ہم در اول | ولے در پردہ پنداری احوال
د دمی بینی یکے را و دو را صد | چہ یک چہ دو چہ صد جملہ توئی خود

اسمیں شک نہیں کہ کل نبی نبوت میں برابر ہیں مگر بعض کو بعض پر
فضیلت بھی ہے اسی طرح کل مومن ایمان کے حکم میں برابر ہیں مگر بعض کو
بعض پر فضل ہے ایک جماعت عام کے درجہ میں ہے ایک گروہ
مقام خصوصیت پر فائز ہے اگر کوئی اسکا انکار کرتا ہے تو مشاہدہ کا

انکار کرتا ہے اس کو یوں سمجھو کہ دنیاوی بادشاہ کے یہاں بہت سے ملازم ہیں اور سب ہی نکخوار ہیں ایک جاروب کش ہے ایک فراش ہے ایک دربان ہے ایک حاجب ہے ایک خزانچی ہے ایک آبدار ہے ایک شہر کا محافظ و نگراں ایک وزیر ہے ایک ندیم ہے۔ ایک کوئی ایسی خصوصیت ہے اور اس مرتبہ پر فائز ہے کہ بادشاہ نے اپنی مہر تک اس کے حوالہ کر دی ہے تاکہ اس کا حکم عین بادشاہ کا حکم اس کی منادی عین بادشاہ کی منادی سمجھی جائے اور لوگ جان لیں کہ بیشک یہ بادشاہ کا نائب اور قائم مقام ہے۔ یہ بات جو میں نے کہی ایسی ہے کہ کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں اسی طرح جتنے مومن ہیں اپنے اصلی ایمان کے لحاظ سے برابر ہیں مگر با عتبار درجات و مراتب کے ایک کو ایک پر فضل ہے جیسا اوپر بیان ہوا ہر ایک مومن اپنے نیچے درجے والے سے اعلیٰ ہے۔ اور اپنے بلند و عالی رتبہ والے سے ادنیٰ ہے۔ یہ مقام ولایت اور مرتبہ ولایت ولیوں پر اس وقت منکشف ہوتا ہے جب مخصوص اور مقبول بارگاہ خداوندی ہو جاتے ہیں اور اس

مقام ولائت پر اُسیوقت پہنچتے ہیں جب ظاہر و باطن ان کا حق
کے لئے یکساں ہو جاتا ہے حق کے خلاف نہ کرتے ہیں اور نہ کچھ
سوچتے ہیں۔ اور اپنی خودی سے علیحدہ رہتے ہیں اور مخدوم
کے نظارہ میں ایسے محو رہتے ہیں کہ اپنی خدمت کو بھول جاتے
ہیں اگر دونوں جہان کی نعمت انہیں دیجائے تو دوست پر
نثار کر دیں اور لطف دوست کے مشاہدہ میں ایسے مشغول
رہتے ہیں کہ کسی سے کچھ اُمید نہیں رکھتے اور دوست کی ہیبت
ان پر ایسی طاری رہتی ہے کہ دوسرے کا خوف و ہراس ان
کو نہیں ہوتا اور دوست کے ساتھ ایسا اُنس رکھتے ہیں کہ سب سے
متوحش رہتے ہیں اور دوست کے ذکر کے ساتھ ان کو ایسی دلچسپی
رہتی ہے کہ کوئی دوسرا ان کو یاد نہیں آتا بجمیع وجوہ ظاہر باطن
دوست کے ساتھ ان کو ایسا استغراق ہوتا ہے کہ ان کو کسی کا احساس
نہیں ہوتا۔ کسی سوختہ جان نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

رباعی

در عشق اگر ز وصف مسلوب شوی　　اندر گذری ز خویش و محبوب شوی

وصفت عرض است در زبان نیست شد
زنہار در وہماں کہ محجوب شنوی
جسمیں یہ بات پیدا ہو جائے کہ مراد و اختیار کو اور اپنے کل معانی
اور صفت کو فنا کردے اور دوست کے صفت اور مراد کے ساتھ
وابستہ ہو جائے تو جو چاہیگا پائے گا۔ یہ بات اسمیں اس سبب سے
پیدا نہ ہوگی کہ دوست کے سوا اس کی ارادت ہو ئی بلکہ یہ بات
اسمیں اس وجہ سے ہوگی کہ دوست نے اپنی ارادت کو اسمیں
ظاہر کیا تو جو کچھ اس سے ظاہر ہوا وہ دوست کی ارادت ہے
کچھ اس کی ارادت نہیں اگرچہ لوگ تو یہ جانیں گے کہ جو اس نے
چاہا وہی ہوا مگر وہ خوب جانتا ہے کہ جو دوست نے چاہا
وہ ہوا۔ بایں وجہ اولیا مخصوص و برگزیدہ حق ہوتے ہیں
منکر اسکو کہاں سُننے والے ہیں کہیں گے گمراہی کی باتیں ہیں۔

مثنوی

کسے کو علم لوت ولات داند
بلاشک ایں سخن طامات داند
ز چشم کور بینائی نیاید
کہ از خفاش حربائی نیاید

خیر اس مقام پر جب پہنچ جاتے ہیں تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ

ہم ولیوں میں سے ہیں بقول مشہور یعنی اگر ولائت کے لئے بے مرادی شرط ہے تو اپنے کو بے مراد جانتے ہیں اور اگر بے اختیاری شرط ہے تو اپنی ذات کو بے اختیار دیکھتے ہیں کل مراد دوست سے پاتے ہیں اپنی مراد کچھ نہیں رکھتے چنانچہ سلطان الانبیاء واولیا صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ بھی یہی ہے دلو اقسم علی اللہ لابرہٗ ۔ وَلَوْ دلیل اس بات کی ہو کہ اولیا قسم نہیں کھاتے اور لابرہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر قسم کھائیں گے تو ضرور پائیں گے حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرما دیا کہ اولیا جو کچھ چاہیں گے پائیں گے مگر خود سے نہیں چاہیں گے ۔ کسی عارف نے اسی معنی کی طرف کیا خوب اشارہ کیا ہے ۔ رُباعی

عاشق چو بدو رسید بیباک شود ۔ کونین بنزد ہمتش خاک شود

وانگاہ بہر دو عالم از محبوبش ۔ بیواسطۂ خطاب لولاک شود

ولیوں نے خود بینی سے اپنے کو بچائے رکھا ہے ۔

ویکون محفوظًا عن النظر الی نفسہ فلا یدخلہ وعجب ولی ہمیشہ خود بینی سے محفوظ رہتا ہے تاکہ عجب پیدا نہ ہو باوجودیکہ

وہ اس مقام پر پہنچتا ہے خود بیں نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس مقام پر اپنی ہیچی اور خود فراموشی کی وجہ سے پہنچتا ہے۔ اگر اسنے اپنے کو دیکھا سبب نہیں رہا پایا ہوا بھی گم ہو گیا۔ کسی سالک نے کیا خوب کہا ہے۔ **مثنوی**

تا ترا با تو بود درذات است　　کعبہ با طاعت خرابات است

چوں زذات تو بود تو دور است　　بتکدہ از تو بیت معمور است

وکیون مسلوبًا من الخلق اور ولیوں کو اللہ تعالیٰ نے خلق سے بے سرو کار رکھا ہے یعنی خلق کی طرف نہیں دیکھیں تاکہ شہرت سے بچے رہیں۔ فلا یفتتنو بہ اور فتنہ میں نہ پڑ جائیں یعنی خلق کے نظارہ میں پڑ کر کہیں گر نہ پڑیں۔ دین کی تباہ و برباد کرنے والی دو چیزیں ہیں نکوہش وستائش یعنی ملامت و تعریف ملامت سے آدمی کو رنج ہوتا ہے تعریف سے خوش ہوتا ہے اب اگر کوئی شخص عابد ہے تو لازم ہے کہ معبود کے سوا ادھر ادھر نہ دیکھے اگر اس نے اپنے کو بڑا سمجھا عجب سے کام لیا نفس پرست ٹھیرا خدا پرست نہ ہوگا دوسرا اگر خلق کی مدح و ذم کی فکر میں رہا تو ریا پیدا ہوئی خلق

پر نظر ہو گی خلق پرست ہو گا۔ نفس پرست اور خلق پرست
حق سے جزا کی طمع رکھے بالکل محال ہے۔ ولیکون محفوظا عن آفات
البشریۃ وان کان طبع البشریۃ قائما معہ باقیا فیہ۔ ولی آفات
بشریت سے محفوظ ہوتا ہے ہر چند کہ بشریت اس کی طبیعت
میں موجود ہے یعنی ناپسندیدہ چیزوں سے اسکا باز رہنا یا محفوظ
ہونا اسوجہ سے نہیں ہے کہ اسمیں کچھ خواہش ہی نہیں رہی اگر ایسا
ہوتا تو ناپسندیدہ اور ناشائستہ حرکات سے باز رہنا کوئی محمود
فعل نہ ہوتا کیونکہ ناشائستہ حرکات کی خواہش ہی سرے سے مفقود
خالی ہونا یا عاجز رہنا یا آلہ گناہ کا نہ ہونا ایسی صورت میں
مجبور کہا جائے گا۔ محمود و مشکور نہیں ہو سکتا اور کسی نیک
عمل کی جزا نہ ہو گی آدمی کو طاعت میں ثواب اور معصیت پر
عذاب کا سبب یہی ہے کہ دونوں آلے اور قوت اس بات کی
موجود ہیں برخلاف فرشتوں کے کہ وہ معصیت نہیں کر سکتے
اس لئے ترک گناہ اور بجا آوری طاعت سے یہ مثاب و ماجور

نہ ہونگے۔ جو جو چیزیں از قسم حظوظ نفس مطبوع عام ہیں اولیا
کو بھی اچھی معلوم ہوتی ہیں لیکن عام کی پسند اور ان کی پسند سے
یہی فرق ہے کہ عوام اپنی پسند کو فرمان حق پر مقدم رکھتے ہیں اور
یہ لوگ حق کی مراد کو اپنی مراد پر مقدم رکھتے ہیں۔

اے بھائی اس حدیث کے درد و حسرت اور فوت کو خالی
نہ رہو اور نا امید نہ ہو کہ عدل و فضل اس کی دو صفتیں ہیں چونکہ
وہ عادل ہے اپنے احکام پر اس کی نظر ہے اور چونکہ وہ مفضل ہے
ہمارے عجز پر نگاہ کرم ہے۔ جب نظر عدل کی اپنے حکم پر کرتا ہے پہلے
پچھلے مخلوقات کے کام تمام ہو جاتے ہیں اور جب اپنے فضل کی نگاہ
ہمارے عجز پر ڈالتا ہے ہماری بگڑی بنجاتی ہے کل گناہ حسنات
بنجاتے ہیں سارے عیب ہنر ہو جاتے ہیں نومیدی کی کیا جگہ ہے۔
کسی بیچارے نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

نومید مشو دلا تو امروز از انکہ
فردا نظر تن بحکم خود خواہد بود

سالک ہمدم خواجہ ابراہیم ادہم ایک روز کعبہ معظم کا طواف کرتے ہے
تھے عرض کی اللّٰھم اعصمنی من الذنوب خداوندا معصیت

وگناہ سے مجھے بچائے رکھ۔ ندا آئی کہ جو تو چاہتا ہے سب یہی چاہتے ہیں اگر میں دستار عصمت سے سب کو سرفراز کردوں تو بیہ مغفرت ورحمت کے زروجواہر کس پر نچھاور کرونگا۔ اگر گناہ کی آلودگی نہ ہوگی تو صابون رحمت سے کسے دھو دھاکر پاک وصاف کرونگا اگر گناہگار نہ ہوں گے تو میرا لطف قبول توبہ کے اسرار کس سے کہے گا۔ کسی اُمیدوار نے خوب کہا ہے رُباعی

عاصی نشکستہ گرچہ بیباک بود | از بہر چہ در رہ تو غمناک بود
شوئیدہ چون فضل تست آلودہ را | آلودہ بہ تحقیق بہ از پاک بود

اے بھائی جو اپنے ابر فضل واحسان سے ہمارے تمہارے گناہوں کی آلودگی اور سیاہی کی نجاست کو پاک وصاف کرتا ہے کل کے دن انبیاء اور اولیاء کے حضور اور خلق اولین آخرین کے سامنے کیا ہماری تمہاری فضیحت ورسوائی جائز رکھے گا۔ کسی سوختہ جان نے خوب کہا ہے

رُباعی

عاشق بگنہ گرچہ گرفتار بود | یا شیفتہ بربادۂ خمار بود
از غفلت بیار چہ دارد باک | معشوق چو پردہ پوش ستار بود

دسواں مکتوب

کرامت کے بیان میں

برادرم اعز شمس الدین اکرمہ اللہ بکرامت اولیا یہ۔
تمہیں معلوم ہو کہ اہل سنت والجماعت کے فقہائے امت اور اہل معرفت کا اجماع ہے کہ کرامت کا صدور اولیاء اللہ سے جائز ہے اگرچہ وہ حد معجزات تک کیوں نہ پہنچ جائے۔ اس مسئلہ میں معتزلہ کو اختلاف ہے وہ کرامت کے قائل نہیں ان کا خیال یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے ساتھ جن جن عنائتوں کا ظہور ممکن ہے مسلمانان کامل کے ساتھ بھی اس قسم کی باتوں کا ظہور ہو سکتا ہے مثلاً دعا کا قبول ہونا یا کسی جنگل میں پیاس کے وقت چشمۂ آب کا نمودار ہونا یا گرسنگی کی حالت میں کسی کا رحم کھا کر مہمان بنالینا اور وہ یہ بھی کہتے ہیں

کہ آدمی جب ایمان لایا تو محل عداوت سے مقام ولدیت پر
پہنچ گیا اگر ولائت کا تقاضا یہ ہے کہ خواہ مخواہ کرامت صادر ہو
جیسا کہ تم کہتے ہو لازم تھا کہ کرامتیں بھی سب کے سب یکساں
ہوتے اسلئے کہ یعنی ولائت میں سب برابر ہیں اسکا جواب اہل حق
نے اس طرح دیا ہے کہ ایک درجہ کی ولائت صرف ایمان لانے
سے ہوتی ہے یہ عام ہے اسمیں عاصی اور مطیع اور نبی وغیرہ سب
یکساں اور برابر ہیں لیکن ولائت خاص دوسری چیز ہے۔ وہ کمال
ایمان کے بعد حاصل ہوتی ہے اسلئے جب ولائت خاص ہوگی تو
کرامت بھی خاص ہوگی جیسا کہ بادشاہ کے ہاں سپاہ ہوتے ہیں
اور چند قسم کے ملازم ہوتے ہیں بحیثیت خدا ہونے سب برابر ہوتے
ہیں مگر وزیر اور حاجت کو ہزاروں کرامتیں ایسی ہوتی ہیں کہ دربان
اور فراش کو نصیب نہیں۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ حق تعالےٰ
نے جب چاہا کہ پیغامبروں کی پیغمبری کو ظاہر کریں تو انہیں معجزہ
عطا فرمایا ایسی صورت میں معجزے کے قسم کی بات پیغامبر کے سوا
دوسروں کے لئے کیونکر جائز رکھے گا کیونکہ ایک ایسا اشتباہ

پیدا ہوگا جس سے نبوت وولایت کا فرق باقی نہ رہے گا۔
اور یہ نقص بھی لازم آئے گی کہ پیغامبر اپنی پیغمبری کی وجہ سے پہچانا
جاسکے۔ بزرگوں نے اسکا جواب بھی یہ دیا ہے کہ ولی صادق
وہی کہتا ہے اور وہی چاہتا ہے جو نبی چاہتا ہے اور ولی صادق
اسکا بھی اقرار کرتا ہے کہ جو کچھ میں نے پایا وہ نبی کی تصدیق
سے پایا ہے۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں پیغامبر نہیں ہوں بس
ولی سے کرامت کا صادر ہونا نبی کے دعوے کی سچائی کے لئے ایک
تائید ہے (الحمدللہ) وہ شبہ اس جواب سے دور ہوگیا اور
دوسری طرح پر اسکو یوں سمجھو کہ اگر دو مدعی ایک دعوے میں
اختلاف رکھتے ہوں تو ایک کی دلیل دوسرے کے لئے ہرگز کافی
نہیں ہوسکتی اور اگر دو مدعی ایسے ہیں کہ ایک ہی معنی کا دعوی
کریں اور ایک، دوسرے کی تصدیق کرے تو جو دلیل ایک کیلئے
قائم ہوگی وہی دوسرے کے حق میں بھی دلیل ہو جائے گی
جیسا کہ وراثت کے مسئلہ میں حکم ہے جب دلیل سے ایک وارث
کو ترکہ ملے گا سب وارثوں کے لئے وہی دلیل کارآمد ہوگی

دوسری دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ عصمیت اور استحقاق میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ اتفاق ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ جب ولی کو از قسم خرق عادت ایسی کرامت ملی جو معجزے کی حد تک پہنچ جائے تو ممکن ہے کہ ولی صاحب کرامت نبوت کا بھی دعوی کرے جواباً میں یہ کہتا ہوں کہ یہ محال ہے اسلئے کہ شرط ولایت صادق القول ہوتا ہے اور دعوی نبوت اصلیت کے خلاف سراسر کذب ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ کاذب ولی ہو نہیں سکتا اور اگر کوئی یہ کہے کہ بقول تمہارے معجزہ ناقض عادت کا نام ہے اور صداقت پیغامبر کی دلیل ہے تو اس قسم کی بات پیغامبر کے سوا دوسروں کو کس طرح ہو سکتی ہے کیونکہ جب یہ بات عام ہو جائیگی تو کوئی حجت ودلیل صداقت کی نہ رہیگی جواباً یہ کہتا ہوں کہ جو شبہ تمہیں ہوا ہے یہ بالکل بے اصل ہے کیونکہ معجزہ ناقض عادت کا نام ہے اور کرامت بھی دوسرے پردے میں وہی شئے ہے تو درحقیقت ولی کی کرامت بھی عین معجزہ نبی ہے کیونکہ کرامت وہی دلیل پیش کرتی ہے جو نبی کی معجزے نے دکھائی تھی۔ جب

نبی کی شریعت باقی ہے تو لازم ہے کہ اس کی حجت و دلیل بھی
باقی رہے پس رسول کے صدق رسالت پر اولیاء اللہ قیامت تک
گواہ رہیں گے۔ اور اگر تم یہ سوال کرتے ہو کہ کرامت اور معجزہ
میں کیا فرق ہے تو سنو معجزہ کے لئے اظہار شرط اور کرامت کیلئے
استتار شرط ہے دوسری بات یہ ہے کہ انبیاء کو معلوم ہے کہ یہ
معجزہ مجھکو ملا ہے اور قبل ظاہر کرنے کے معجزہ کو فرمادیتے ہیں۔
مگر اولیاء نہیں جانتے کہ یہ کرامت مجھکو ملی ہے اور نہ صدور کرامات
کی خبر رکھتے ہیں اور نہ کرامت سرزد ہونے کی پہلے سے خبر دیتے ہیں
اس کا سبب یہ ہے کہ ولی محل ولائت پر اس وقت تک ثابت قدم
نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے کو کمترین خلق نہیں جانتا۔ جب
وہ اپنے کو ایسا ہیچ جانتا ہے تو اسے دعوی کرامت کب ہوگا
اور جب اسکو دعوی نہیں تو کرامت کے آنے جانے کی خبر کیا ہوگی
بزرگوں نے کہا ہے کہ جس شخص نے حق سے حق کے سوا طلب کیا
اس کے لئے مقام ولائت نہیں جب اُس نے کرامت کا دعوی
کیا دوست سے غیر دوست کی خواہش کی پس یہ بات ولائت

کی منافی ہو گی۔ ولائت کا ثبوت اس سے نہ ہو گا۔

خبر جب تم اسقدر جان گئے تو اب بھی ہو سُن لو کہ اگر کسی جھوٹے نے دعویٰ پیغامبری کیا تو ناممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ اسے معجزہ دے جیسا کہ صادقوں کو عطا فرماتا ہے۔ کیونکہ نبی صادق ہیں اور اہل حق ہیں اور ان پر ایمان لانا واجب ہے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا مبطل ہے اسپر ایمان لانا درست نہیں پس اس کے سوا چارہ نہیں کہ ایک ایسی حق بات نبی کو عطا ہو جو مبطل سے جدا ہو یہی معجزہ ہے اگر دونوں ہی کو معجزہ ملا تو محق اور مبطل کے درمیان فرق باقی نہ رہتا اور خلق پر ظاہر نہ ہوتا کہ ہمیں کس پر ایمان لانا چاہیئے اور صادق کاذب میں ایسی مشابہت ہوتی کہ ہرگز تمیز نہ ہوتی۔

بہرحال مشائخ طریقت اور تمامی اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے کہ از قسم ناقض عادت معجزہ انبیا کی طرح پر یا کرامت اولیار کی مانند ہو کسی کافر کے ہاتھ سے بھی ظاہر ہو جائے مگر ساتھ ساتھ اس کے جھوٹ ہونے میں کسی کو شبہہ باقی نہ رہے گا جیسا

کہ فرعون نے چار سو برس کی عمر پائی اور اتنی مدت میں کوئی مرض اُسے لاحق نہوا پانی اسکے پیچھے پیچھے قدآدم بلند ہوتا تھا اور جہاں کھڑا ہوجاتا تا پانی بھی ٹھیر جاتا اور جب وہ چلتا تو پانی بھی چلنے لگتا اب دیکھو کہ یہاں پر کوئی صاحب عقل شبہہ میں نہ پڑے گا کیونکہ اُس نے خدائی کا دعوی کیا تھا اور سب عقلا کا اتفاق و اقرار ہے کہ خداوند جسم یا جوہر یا کھانیوالا یا سونے والا آمد و رفت کرنے والا یا گوشت پوست رکھنے والا نہیں ہے اگر اس قسم کے خرق عادات فرعون سے ہزاروں ظاہر ہوتے تو بھی کسی عاقل کو اس کے کذب دعوی پر شک نہوتا نہ شبہہ پڑتا کیونکہ صرف خرق عادت کی وجہ سے آدمی کیونکر شبہہ میں پڑ سکتا ہے خود اس کے اوصاف بشری اس کے کذب دعوی کے شاہد ہیں اسلیے بمقابلہ کفا۔ بوجوہ چند در چند شبہہ نہیں پڑ سکتا۔ اور ہمارے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم جو سچوں کے بادشاہ ہیں آپ خبر دیتے ہیں کہ آخر زمانہ میں دجال آئیگا وہ خدائی کا دعوی کریگا شیشہ کے دو پہاڑ ایک اس کے داہنی اور ایک اس کے بائیں ساتھ چلتے ہوں گے جو پہاڑ کے

داہنی طرف ہوگی نعمت کی جگہ ہوگی اور جو بائیں سمت ہوگا عذاب کی جگہ ہوگی وہ کہے گا کہ یہ بہشت ہے اور یہ دوزخ ہے جو شخص مجھ پر ایمان لائیگا میں اسے بہشت میں داخل کردونگا اور جو ایمان نہ لائیگا اُسکو میں اس دوزخ میں جھونک دونگا حق تعالیٰ نے اسے یہ قوت بھی دی ہوگی کہ جس کسی کو چاہیگا مار دیگا اور جس کسی کو وہ چاہیگا زندہ کر دیگا۔ اب دیکھو کہ یہ باتیں بھی معجزہ وکرامت کے قسم سے ہیں اور خداوند تعالیٰ نے یہ سب باتیں دشمن کو بھی دی ہیں تاکہ صاحب عقل جان جائیں کہ جو گدھے پر سوار ہو خدا نہیں ہوسکتا اور جو ایک چشمی ہے خدا نہیں ہوسکتا اور جو کھانا اور سوتا ہے خدا نہیں ہوسکتا یہ معجزہ وکرامت نہیں ہے بلکہ استدراج و مکر ہے استدراج کے یہ معنی ہیں کہ صاحب استدراج ہر چند وہ بے حرمتی کرتا ہے اسکو ڈھیل دیجاتی ہے اسکو اس کی مراد پر چھوڑ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس بے حرمتی اور دوری کے ساتھ ہلاکت میں پڑ جاتا ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرعون کے ساتھ کیا اگر اسکی خواہش کے مطابق پانی جاری نہ فرماتا

خدائی کے دعوی سے باز آجاتا۔ اور مکر کے یہ معنی ہے کہ نجات دکھلائی
دے ہلاکت اسکا ثمرہ ہو۔ عزت نظر آئے ذلت حاصل ہو۔ ہدایت
معلوم ہو گمراہی کا پھل ملے۔ دشمنوں میں یہ صفتیں ہوتی ہیں یعنی
دشمن کو اس قسم کی چیزیں دیجاتی وہ سب کی سب استدراج و مکر
ہوتی ہیں۔ پس اسکی تقسیم تین طرح پر ہے۔ انبیا کو دیجاتی ہے
اولیا کو دیجاتی ہے اعدا کو دیجاتی ہے۔ انبیا کو جو بات حاصل
ہوتی ہے اُسے معجزہ کہتے ہیں اور اولیا کو جو عنایت ہوتی ہے
اسے کرامت کہتے ہیں اور کفار کو جو ملتی ہے اسے استدراج و مکر
کہتے ہیں اور بعضے نسخہ میں ہے کہ عالم غیب سے ناقض عادات
جو انبیا کے ہاتھ سے ظاہر ہوں اسے معجزہ کہتے ہیں اور اولیا کے ہاتھ
سے جو صادر ہوں اُسے کرامت کہتے ہیں اور مجانین یا لڑکے یا عامہ
خلق کے ہاتھ سے جو سرزد ہوں اُسے عون کہتے ہیں اور جو کچھ کفار
سے ہو اسے استدراج و مکر کہتے ہیں اور صاحب استدراج اور
صاحب مکر اس قسم کی بات جو کچھ پاتا ہے اس پر نازان ہوتا ہے
اور بھروسا کر لیتا ہے اور اپنے کو اسکا مستحق سمجھتا ہے اور دوسروں

سے اپنے کو سربلند و ممتاز جانتا ہے اور صاحب کرامت کرامات سے بھاگتا ہے اور ڈرتا ہے اور فریاد کرتا ہے اور اپنی ذات کو ذلیل و حقیر تصور کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس راہ میں اکثر حجاب اور دوری اسی کرامت کی بدولت ہوتی ہے۔ اسلئے کہ بندوں نے حق کے سوا دوسرے کے ساتھ جسقدر آرام و سکون اختیار کیا حق سے اوسی قدر قطعیت و دوری ہوگئی اور مثال اسکی یہ ہے کہ ماں جب چاہتی ہے کہ اپنے بچہ کو گود سے علیحدہ کردیں یا کہیں باہر چلا جائے تو ایک ٹکڑہ مٹھائی کا بچہ کے ہاتھ میں دیدیتی ہے اگر چالاک بچہ ہے تو مٹھائی دیکھنے کے ساتھ ہی ماں کے گلے میں لپٹ جاتا ہے اور اگر نادان ہے تو مٹھائی لے کر خوش خوش چلتا ہوگا نتیجہ یہ نکلے گا کہ یا کسی گڈھے میں گرے یا کسی جانور کی لات کھائے کیونکہ اس نے حلوا دیکھا ہے ماں کی دوری کا خیال نہیں کیا ہے نادان نے حلوا لے کر ماں کو چھوڑا اور اگر ماں کا دامن پکڑ لیا ہوتا تو حلوا کہاں جاتا وہ تو اس کی چیز تھی۔

بزرگوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ کرامت ایک قسم کا

رنگ و روغن ہے اور آرائش و پرورش ہے جیسا کہ بعض جگہ اونٹ
کو پرورش کرکے آراستہ کرتے ہیں اور شہر میں پھراتے ہیں. خلق اس
کی شان و شوکت دیکھتی ہے حالانکہ یہ سجاوٹ نہیں ہے بلکہ اس کی
ذبح کے لئے چھری تیز ہو رہی ہے اگر اوسکا گلا کاٹنا نہ ہوتا تو
اس کے ساتھ یہ عمل نہ کیا جاتا. چنانچہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہ میں سے
ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ عالم میں بت بہت ہیں اُن بتوں میں
سے ایک کرامت بھی ہے. کفار کا تعلق جب تک بت کے ساتھ ہے
دشمن خدا رہتے ہیں. جب بت سے اعراض و تبرا کر لیتے ہیں خدا
کے دوست ہو جاتے ہیں. اسی طرح عارفوں کے لئے کرامت ہی بت
ہے. اگر کرامت کے ساتھ سکون ہو گا محجوب ہو جائیں گے اور اگر
کرامات سے اعراض و تبرا کر لیا مقرب و بینا رہیں گے. رباعی

ہرگز نشود لے بت برگزیدہ من ہر تازدل و خیالت از دیدہ من
گر از پس مرگ من بجوئی یابی آں ذوق در استخواں بوسیدہ من

یہ وہ باتیں ہیں جن کو کسی مکتوب میں ہم لکھ چکے ہیں کہ ولایت کی
صحت کا تعلق دوست کے سوا سب سے انقطاع اور اعراض اور

حبیب کے سوا سب کے ترک سے ہوتا ہے۔ کیونکہ ترک اور اخذ
دونوں ضدین ہیں جس نے کرامت کو قبول کیا اور کرامت پر
اعتماد کیا تو اس نے دوست سے اعراض کیا اور دوست کے سوا
چاہا ولا بقاء للولایۃ مع الاعراض عن الحبیب والاقبال
الی غیر الحبیب۔ نقل ہے کہ ایک مرتبہ سلطان العارفین خواجہ
بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ ایسی راہ سے گذرے جہاں کشتی کی حاجت
تھی اور کشتی موجود نہ تھی آپ کے دل میں یہ بات آئی کہ اس دریا
سے پار اب کس طرح ہوں یکایک پانی دو حصہ ہو گیا اور راہ
نمودار ہو گئی۔ آپ چیخ اٹھے کہ اللہ اکبر اور واپس چلے
آئے۔

بیت

من گر بلائے قیامت خونم بر باد دوست :: جئے نیز آزانا کہ گشتہ کو تر بود

اور کسی دوسرے نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ رباعی

حاشا کہ دلم از تو جدا خواہد شد ... یا با کسے دیگر آشنا خواہد شد
از مہر تو بگسلد کرا دارد دوست ... وز کوئے تو بگذرد کجا خواہد شد

اے بھائی تو نے آخر یہ نہیں سنا کہ ان الحب اولہ حیاۃ وآخرہ

ممات واولہ حظل وآخرہ قتل محبت کی ابتدا حیات ہے اور انتہا اس کی موت اور محبت کی ابتدا کرے اور انتہا اوس کی قتل واولہ کرامتہ وآخرہ غرامتہ اور ابتدا اوس کی کرامت ہے اور انتہا اوس کی پشیمانی ہے۔ اسی مقام کی بات ہے جو کسی نے کہا ہے کہ محبت کے لئے بلا لازم ہے جیسا کہ دیگ میں نمک۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

بیت

آسایش سست کنج کشیدن ز بہر دوست روز طبیب بر در بیمار بگزرد

تم جانتے بھی ہو ایسا کیوں ہے اس لئے ہے کہ جو معشوق اپنے عاشق پر ناز نہ کرے یوں سمجھو کہ اوس نے جمال با کمال کی داد نہ دی (قسم خدا کی) وہ جمال حقیقی بھی ایسا ہی ہے کہ اگر فردائے قیامت یہ خطاب ہو کہ اے مشتاقو ذرا میری طرف دیکھو (واللہ) سبھوں کو کہنا پڑے کہ غیرتنا از چشم برم روئیوں دیدن مدہم (اللہ اللہ) یہ آنکھ اور وہ جمال۔

بیت

آنجا حدیث وصف زنہار تا نگوئی کاندر زبان نیاید واندر دہان نگنجد

لئے بھائی جس دن بساط محبت بچھائی گئی تھی کل مراد بلا کرنا کسا بیاہ

کر دی گئی اسی وجہ سے سالکوں کا دل آدم صفی صلوٰۃ اللہ علیہ تین
سو برس تک خون جگر روتے رہے کیونکہ جتنی مرادیں ہیں سب محبوب
کے حصہ میں آتی ہیں اور ساری نامرادیاں محب کو دیکھیں اسی مقام
کی بات ہے کہ نمرود نما پر رحیم اور رحمان کی شان ہے اور محبوں
پر کامگار و سلطان کا رنگ ہے۔ دیکھو نا نوح علیہ السلام ایسے
برگزیدہ اور مقبول کے جگر پر لیس من اھلک کا تیر لگایا جاتا ہے
اور خلیل اللہ کو خلعت خلعت پہنا کر نمرود سرکش کو ابھارا جاتا ہے
تاکہ منجنیق بلا میں رکھ کر آگ میں ڈالدے یعقوب پیغمبر اسی سال تک
بیت الاحزان میں جلائے رولائے جاتے ہیں اور حضرت یوسف کو
مصر کے بازار میں چاروں طرف پھرا کر غلاموں کی صف میں کھڑا
کیا جاتا ہے اور چند کھوٹے درم میں بیچ ہوتے ہیں اور زکریا پیغمبر کو
آرہ سے دو حصہ کیا جاتا ہے۔ ہے ہے اسی سر کو کسی سوختہ جان نے
کس طرح کہا ہے۔

نظم

این همه مکیند و یک از بیم	مرد را زهره نے که آه کند
زانکه در پیش بتان آئینہ است	آه آئینه را تباه کند

گیارہواں مکتوب

صدیقوں کے حالات کے بیان میں نماز قضا حاجات

برادر اعز شمس الدین صدیقوں کے احوال کو پاکی اور طہارت کا ایک دریا سمجھو۔ تمہارا ہمارا منہ نہ تھا کہ ان حضرات کا ذکر خیر زبان پر لائیں) مگر بزرگوں کا قول ہے کہ حدث عن البحر ولاحرج یعنی اگرچہ تم دریا ہو لیکن دریا کا ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں جن لوگوں کی روحیں الطاف وعنایت الٰہی کا مخزن اور دل ان کے اسرار صمدیت کے معدن ہیں قیامت ان کے لئے ہو چکی وعدہ اور وعید کا تماشا وہ دیکھ چکے۔ قیامت میں دوسروں کے حق میں جو کچھ وعید (یعنی ہجر کے مصائب اور طرح طرح کی تکلیفیں ہیں) ان کو اس کا سامنا آج ہے۔

اگر دنیا و آخرت ان کے زیر فرمان کر دی جائیں جب بھی

نہ دنیا کی رخ کریں اور نہ عاقبت کی جانب متوجہ ہوں۔ ایک رات
سید الطائفہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے چاہا کہ مسجد شونیزیہ جو بغداد
میں ولیوں کی عبادتگاہ ہے وہاں جاکر مشغول حق ہوں مسجد کے
دروازے کے سامنے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص نہایت ہولناک
کریہہ منظر کھڑا ہے اس سے آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے کہ تیری
طرف سے میرا دل ڈرا ہوا معلوم ہوتا ہے اس نے کہا کہ میں ابلیس
ہوں آپ کو یاد ہوگا کہ مجھے دیکھنے کی آرزو آپ نے کی تھی آپ
نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ پھر آپ نے کہا کہ اچھا تجھ سے کچھ پوچھنا
چاہتا ہوں اس نے عرض کی ارشاد ہو آپ نے فرمایا کہ تجھے اللہ تعالی
کے ولیوں پر بھی دسترس ہے اس نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کیوں
اس نے کہا کہ جب میں چاہتا ہوں کہ ولیوں کو دنیا میں پھنسا دوں تو وہ
آخرت کی طرف قدم بڑھاتے ہیں اور جب چاہتا ہوں کہ انہیں
آخرت میں الجھا دوں تو وہ حضرت خداوند کی طرف بھاگ جاتے
ہیں اور وہاں اس جانب کا گذر نہیں کسی نے اسی معنی کی طرف کیا
خوب اشارہ کیا ہے۔ شعر باعی

ہر کرا این عشقبازی در ازل آموختند ... تا ابد جان و شمع عشق افروختند
دل ز سرِ راز برای وصل او پرداختند ... ہمچو پروانہ زدو عالم دیدگان بردوختند

پھر آپ نے فرمایا کہ اے ملعون تجھے ان بزرگوں کے احوال و اسرار
پر بھی کچھ اطلاع ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں مگر اسوقت میں کچھ
جان جاتا ہوں جب کہ سماع میں ان پہ وجدانی کیفیت طاری ہوتی
ہے مجکو پتہ چل جاتا ہے کہ اسوقت یہ کس رنگ میں ہیں۔ یہ کہہ کر چلتا
ہوا۔ آپ سخت متفکر مسجد میں داخل ہوئے۔ یکایک گوشہ مسجد سے آواز
آئی کہ اے فرزند ہوشیار ہرگز ہرگز اس دشمن کی باتوں میں نہ آنا
اور فریفتہ نہ ہونا کیونکہ اولیاء اللہ کی وہ ارفع شان ہے کہ ان کے
اسرار و احوال سے جبرئیل و میکائیل کو خبر نہیں دیجاتی اس دشمن
پر کب خدا ظاہر کرے گا۔ خواجہ جنید نے مڑ کر دیکھا تو خواجہ سری سقطی
رحمتہ اللہ علیہ اپنے پیر کو پا کر بہت خوش ہوئے۔ انشراح قلبی آپ کو
پیدا ہوا (دیکھو چھپانے کا یہ حال ہے) کہ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ
عنہ کو اس عالم میں چرواہے کے لباس میں چھپا رکھا یہاں تک کہ سوا
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انہیں کسی نے نہ پہچانا اور قیامت کے دن

بھی ستر ہزار فرشتے انہیں کی صورت کے بنائے جائیں گے تاکہ
کوئی آپ کو جان پہچان نہ سکے۔ سبحان اللہ کیا شان تھی یہ بات دیکھنے
و سمجھنے کی ہے کہ عالم کیا چاہتا تھا اس طرف اسوقت صلی اللہ علیہ وسلم
کے سینہ پاک کے فیضان سے بر درد والے دل کی دوا اور درد
ہوا کرتی تھی مگر کسی کے درد دل کی یہ دعا کہ نہ بنے کبھی جو تماشا
حضرت اویس قرنی کے درد دل نے دکھایا یا اللہ اللہ جسوقت دل
اویس بمقام قرن بند و محتاج ہو جاتا تھا مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
اس عبارت لطیف اور اس اشارہ میں حضرت انی لاجد نفس
الرحمن من جانب الیمن فیضان کی کمک بھیجتے تاکہ ان
کی درد فرماتے اور اس آپکی کوشش سے بر لیتے اگر غور سے دیکھو تو
اس عبارت میں ایسا سر پوشیدہ ہے جو توحید کے راز کو کھول کر دلوں
پر تجلی گرا رہا ہے نہ کسی کی زبان کو طاقت ہے کہ بیان کر سکے نہ کسی
کے کان کو قوت ہے کہ اس کو سن سکے اور سمجھ سکے یہاں پہ علم من
علم و جہل من جہل۔ کہہ کر آگے بڑھنا پڑتا ہے چونکہ گمنامی بھی
ایک نعمت ہے اسلئے اللہ تعالیٰ اپنے صدیقوں پر جو اپنے قبیلے کے

ہادی و رہنما ہیں قیامت کے دن منجملہ اور احسانات کے یہ احسان بھی رکھے گا کہ اے اخمل ذکر کہ میں نے یہاں نے تمہیں گمنام نہیں رکھا تھا اور تمہاری راہ کو خودی کے خوفناک منظر سے صاف نہ کر دیا تھا تاکہ ننگ و نام کی دھر پکڑ سے تمہارا دامن سلامت رہے۔ کیا خوب کسی شوریدہ نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے

رباعی

در بتکدہ بیں کہ بت پرستاں چہ کنند | با ننگ و ہانت تنگ دستاں چہ کنند
من مست توام مرا نکو باید داشت | ورنہ دانی بتاں کہ مستاں چہ کنند

دیکھو شیخ ابراہیم شیبہ رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت میں صدیقوں کے مقتدا و پیشوا تھے وہ یہ دعا کرتے تھے کہ اللھم کما انسیتنی علی الناس فا نسھم علی۔ خداوند جیسا کہ خلق کے دل سے تو نے مجھے بھلا دیا ہے ہمارے دل سے بھی ان کو بھلا دے تاکہ کوئی نہ مجھے پہچانے اور نہ کسی کو میں پہچانوں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ بیت

خلق آفت تست زود بگریز | از سود و زیاں شاں پرہیز

ارباب بصیرت کا قول ہے کہ خلق اگر انصاف کی نگاہ سے

دیکھے تو اسے معلوم ہو جائے کہ آپس کا میل جول آپس کی جان پہچان سراسر وبال ہے مگر یہ ان لوگوں کے لئے وبال نہیں ہے جو آپس میں ربط و دوستی محض خداوند تعالیٰ کے لئے رکھتے ہوں چنانچہ قرآن کریم نے خبر دی ہے الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقین پھر اس معاملہ پر بھی نظر کرو کہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ جنکا لقب قمر الصوفیہ تھا۔ جب آپ باتیں کرتے تو دہن مبارک سے نور جھڑتا اور اس کی چمک آسمان کو روشن کر دیتی اسی وجہ سے آپ کو لوگ نوری کہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سال بھر تک آپ نے ایسا مجاہدہ کیا کہ حجرہ سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی سے کچھ باتیں کیں اسکے بعد یہ مناجات کی کہ اللھم استرنی فی عبادک وبلادک خداوندا مجھے عالم اور عالمیان کی نگاہ سے پوشیدہ رکھ کیونکہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ خلق کی درمیان میں مشار الیہ سمجھا جاؤں تاکہ ہماری جانب کوئی پھٹکنے نہ پائے اللہ اکبر کسی اہل درد نے کیا خوب کہا ہے۔

رباعی

عشق آمد و جاں فدائے جاناں باد　　معشوق زجان خویش یار جاں زاد

زینگونہ پیا مہا کہ او نہاں داد   یک ذرہ بصد ہزار جاں نتواں داد

چنانچہ ہاتف غیب نے ندا دی کہ اسحٰق کا یہ سر کرامتی ہے
اے نوری تم فلک حقیقت کے آفتاب تاباں ہو خلق اللہ پر تمہاری
جلوہ گری ہمیں منظور ہے تم ہزار چھپنا بھی چاہو تو ہم کب چھپنے دیتے
ہیں۔ صدیقوں کا قول ہے کہ الخمول راحۃ و ما احد لا
یرغبہ و الشہرۃ آفۃ و کل یتمنہا گمنامی اگرچہ دل
کی راحت و آرام کا باعث ہے مگر کوئی بھی اسے پسند نہیں کرتا
اور نہ اس سے خوش ہوتا اور شہرت میں آفت در آفت ہے مگر ایک
عالم ہے کہ اسکا آرزومند ہے۔ اے بھائی ایسا نام جو مرنے کیساتھ
ہی مٹ کر غائب ہو جائے گا وہ بھی کوئی نام ہی نام ہے۔ اہل سعادت
کی تو یہ وصیت ہے کہ آج دنیا میں خلق کے سامنے جس نے قبولیت
و شہرت حاصل کی ساتوں آسمان کے فرشتے اسے سعادتمند نہیں سمجھتے
اور نہ خطبہ محبت اس کی شان میں پڑھتے البتہ جاہ و منزلت اسے
کہتے ہیں جو دینداری سے پیدا ہوتی ہے یہی جاہ قیامت کے دن
ظاہر و نمایاں ہوگی جیسا کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ

صدیقین کے سامنے خواجہ اویس قرنی کے بارہ میں خبر دی ہے کہ قیامت
کے دن اہل سعادت کو خطاب و فرمان ہوگا کہ تم لوگ دارالسلام میں
جاؤ اور اویس قرنی کو میری طرف سے کہدو کہ آج قیامت کا دن ہے
آفتاب کی تابش سخت تیز ہے تم عرش کے سایہ میں چلے آؤ اور وہ
زبان جو حوض کوثر سے دھوئی ہوئی ہے اس اپنی زبان سے امت گنہگار
کی شفاعت چاہو۔ آج ہمارا یہ حکم ہے۔ قبیلہ ربیع اور مضر میں جتنی بکریاں
ہیں ان کے ایک ایک بال کی تعداد میں عاصیان امت محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری شفاعت کی بدولت فردوس بریں میں
بھیجوں گا۔ دیکھو اویس جب تک اس عالم میں تم نے اپنے کو خلق کی
نگاہ سے ایسا چھپائے رکھا کہ اس قبیلہ میں کوئی آدمی اس سے بڑھکر
خوار و ذلیل نہ تھا آپ کے قبیلہ میں جتنے لڑکے تھے سب کے سب آپ
پر ڈھیلے پھینکتے مضحکہ اڑاتے تخفیف و اہانت کیا کرتے اور علو مرتبت
کا یہ حال تھا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رسالت میں تخت نبوت
پر جلوس فرما کر آپ کی شان میں یوں گوہر فشانی فرماتے ہیں کہ انی
لاجد نفس الرحمان من جانب الیمن ہے اس وا

کو کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اے عاشق اگر گوئی ماکام زنی ۔۔۔ در دم باید کہ ننگ ما نام زنی
سر رشتہ ردشنی بدست تو دہند ۔۔۔ بر آتش خود چو شمع ہر گام زنی

خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو ایک آدمی نے دیکھا اور عرض کی کہ یا اویس حدثنی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاحفظہ منک مجھے کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کیجیے تاکہ میں آپ کے واسطے سے یاد رکھوں آپ نے فرمایا کہ ہم کو اس کے برداشت کی صلاحیت نہیں جو ہمارے نزدیک لوگ جمع ہوں اور ہمیں محدث یا قاضی یا مفتی بنائیں اس سے کہیں زیادہ ایک بڑے ہم کا سامنا ہے اور ایک بڑے کام میں ہم مشغول ہیں ہمیں معاف کرو اور معذور رکھو جو آگ ہمارے دل میں بھڑک رہی ہے اور جو حال ہمارا ہو رہا ہے ایسی مجکو محدثی نہیں سوجھتی ہے اسوقت لا الہ الا اللہ کی محبت دامنگیر حال ہے۔ یہ ذرا روادار نہیں کہ ہیں دوسری چیز کی طرف ملتفت ہونے دے۔ حسرت نایافت نے ہماری ساری خواجگی کو آتش قہر سے جلا کر خاک سیاہ کر دیا ہے۔ قبولیت توحید نے ہمیں دونوں

جہاں سے نا آشنا اور بیگانہ بنا دیا ہے اسرار صمدیت نے ہمارے دل
میں ابدی ماتم وقف کر دیا ہے اور ہمت نے افلاس نے ہماری راہ کھوٹی
کی ہے اور مصیبت نایافت نے ہماری تمام اُمید دل پر پانی پھیر دیا
ہے اور اس حدیث سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ رب اشعث
اغبر ذی طمرین لو اقسم علی اللہ لابرہ جو تعریف نکلتی
ہے اس نے سرمدی غم و اندوہ میں ہمیں محبوس کر دیا ہے اور کاہد
نفس الرحمن من جانب الیمن کے اسرار نے ہمیں ابدی بیت الاحزان
میں بٹھا رکھا ہے کسی سوختہ نے کیا خوب کہا ہے **رباعی**

سوز دل خستہ از وصالت نشست وایں تشنگی از آب زلالت نشست
نے رنگ وجود ما ز خس بر خاست از جان ہوس عشق جمالت نشست

عرفا کہتے ہیں کہ حاشا و کلا خداوند تعالیٰ کے نزدیک کوئی آدمی
اپنے اوپر نوحہ کرنے سے زیادہ محبوب نہیں ہے اسی لئے کہ دانایان
کہ صدیقان راہ صادقان حق پناہ خواجہ اویس قرنی سے نوحہ
گری سیکھیں۔ اے بھائی جو شخص ایسا ہے کہ ہر لحظہ اپنے اوپر اس کا
ماتم اور نوحہ نہیں کرتا وہ شخص لائق حجاب غفلت ہے قیامت کے دن

حسرت سے بھرا ہوا ایک مردار ہوگیا یہ ایک نمونہ طمع ہے جس میں آجکل ہر کوئی مبتلا ہے کس قسم کا یہ خلل دماغ ہے کہ مجھے دنیا میں جاہ وحشمت چاہئے اور دولت وحکومت چاہئے اور سیر وتماشا علی الدوام چاہئے۔ پھر حضرت خداوند کی دوستی ومحبت بھی چاہیئے۔

هذا محال ؐ یہ محال ہے۔

قطعہ

جانباز کہ وصل او پرستاں ندہند ✤ تیر از قدح سرع بمستاں ندہند
آنجا کہ ہمی ہمہ مرداں نوشند   یک جرعہ ازاں بخود پرستاں ندہند

اے بھائی جب تک ہو سکے عمر عزیز کسی صاحب کشف کی کفش برداری میں صرف کرو اور کسی صاحب دین کے سایہ دولت میں پناہ پکڑو۔ دین کے لئے کسی کو دوست بنالو کیونکہ دین کے لئے یار اور دوست کا ملنا نادر ہے اور یہ یقین جانو کہ دین کی راہ بغیر یار موافق کے طے نہیں ہو سکتی اگر تم یہ کہتے ہو کہ مجھے دین کے کام میں کوئی دوست نہیں ملتا تو نفس کافر کے عشق کی جو قبا ہے اسی کم بخت کی دھجیاں اڑا دو اور بے دینی میں اس کے یار نہ ہو دیکھو تمہاری عمر اس نے برباد کی اور دین تمہارا غارت کر کے

بیٹھا قیامت سے تم بیگانہ ہوگئے اور دنیا کے آشنا ٹھیرے تمہاری
دولت و سعادت کا اس نے قلع قمع کر دیا اور دین کا محل خراب
و ویران کر گزرا افسوس صد افسوس تمہارا عشق اس کے ساتھ
بڑھتا ہی جاتا ہے اور ہر ساعت اس کی دوستی کو بڑھا رہے ہو
یقین جانو کہ نفس کافر دین کا دشمن ہے تم نے اگر اسے دشمن سمجھا تو
نجات پاؤ گے اور دین کی دینداری دکھاؤ گے۔ خلق اللہ کو اپنی شان
و شوکت نہ دکھلاؤ فرشتے اس سے شرماتے ہیں اور غیرت کرتے ہیں
کسی سوختہ نے کیا خوب کہا ہے۔ رباعی

از عشق ہمی چہ بر لب آمد جانم — گفتم نکنی بوصل خود درمانم
گفتا کہ درت وصال ما می باید — در خویش ممان تو تا ہمہ من مانم

قضاء حاجات اور کفائت مہمات کے لئے یہ چار رکعتیں نماز کی جب وقت
چاہو پڑھو مگر شب آدینہ اس کے لئے بہتر ہے پہلی رکعت میں فاتحہ
ایک بار اور سو مرتبہ یہ آیت پڑھو لا الہ الا انت سبحانک
انی کنت من الظالمین فاستجبنا لہ ونجیناہ من الغم
وکذالک ننجی المومنین اور دوسری رکعت میں فاتحہ ایک بار

بار سو بار یہ آیت پڑھو انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین
تیسری رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سو مرتبہ یہ آیت پڑھو وافوض
امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ہم اور چوتھی رکعت میں
فاتحہ ایک بار اور سو مرتبہ یہ آیت پڑھو حسبی اللہ ونعم المولی
ونعم النصیر اور سلام کے بعد اس آیت کو سو مرتبہ پڑھو رب
انی مغلوب فانتصر اس نماز کو بہتر سمجھو اور جملہ مہم او حاجات میں
پڑھو کیونکہ اس نماز میں فتوح بہت ہیں۔ والسلام

بارھواں مکتوب

انوار کے بیان میں

برادرم اعزّ شمس الدین نور اللہ قلبہ بنور معرفتہ سمجھ لو
کہ آئینہ دل جب صاف ہو جاتا ہے اور جبھی زنگ مٹ جاتا ہے
اور صفات بشریت کی سیاہیاں دور ہو جاتی ہیں تو تجلی ذات ظہور

غیبی کے لائق ہوجاتا ہے۔ ابتدائے حال میں وہ نور اکثر برقی یا
تیز روشنی یا صاف روشنی کی طرح ظاہر ہوتا ہے اس آئینہ دل میں
جتنا اچھا صیقل ہوگا یہ انوار اپنا رنگ و روغن زیادہ دکھائے گی
اس کے بعد وہی نور جو برق کی طرح چمک جاتا تھا اسمیں ایک ثبات
وقیام چراغ یا شمع یا مشعل یا ایک روشن آگ کی طرح پیدا ہوجاتا ہے
پھر علوی نور پیدا ہوتے ہیں ابتدا یہ نور علوی چھوٹے چھوٹے ستاروں
جیسے ہوتے ہیں پھر چاند کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ پھر آفتاب کی شکل
نظر آتے ہیں۔ بس تم ہوشیار رہو جاؤ کہ جو نور برقی یا تیز روشنی یا صاف
روشنی کی طرح ظاہر ہوتا ہے اکثر و بیشتر وضو اور نماز کی برکت
سے ہوتا ہے۔ چنانچہ یکبار حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس اللہ روحہ کے
ایک مرید صاحب وضو کرکے حجرے میں داخل ہوئے ناگاہ ایک نور
دیکھا دیکھتا تھا کہ چیخ اٹھے دھوکھا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا خداوند
تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا یہ نعرہ اسی مستی میں تھا۔ حضرت شیخ قدس
سرہ اس حال سے واقف ہوگئے آپ نے فرمایا کہ اے ناتجربہ کار
تو کہاں رہے اس نور کو تو سمجھا کیا ہے یہ تو تیرے وضو کا

تیری بساط اور وہ درگاہ چھوٹا منہ اور بڑی بات ؛ دیکھو اسوقت اس مرید کے سرپر اگر پیر کا سایہ نہوتا تو بیچارہ ہلاک ہو چکا تھا غیر جو نور چراغ یا شمع یا مشعل کی مانند دکھائی دے وہ نور شیخ کی دلالت و فیضان کا ہوتا ہے یا فیضان بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہے۔ اس فیضان کی وجہ سے دل گویا چراغ و شمع کے مانند منور اور تاباں ہو رہا ہے اور اگر قندیل یا فانوس کی صورت پر دیکھو تو اسے بھی یہی سمجھو جیسا کہ کہا گیا اور اگر علویات کی صورت میں دیکھو یعنی ستارہ ماہتاب آفتاب کی مانند تو وہ انوار روحانی ہیں جو آسمان دل پر بقدر صفائے دل ظاہر ہوتے ہیں دل کے آئینہ کو اگر ستارہ کی مقدار صفائی حاصل ہوئی ہے تو ستارہ ہی کے انداز سے نور روح ظاہر ہوگا اور اگر ماہتاب نظر آئے تو اسکی دو صورتیں ہوں گی اگر ماہ کامل دیکھو تو سمجھو کہ دل پورا پورا صاف ہو گیا اور اگر کچھ نقصان پاؤ تو سمجھو کہ دل میں ہنوز کدورت باقی ہے جب آئینہ دل میں کمال درجہ کی صفائی حاصل ہو جاتی ہے تو روح کا نور خورشید کی مثال دکھائی دیتا ہے یعنی صفائی

زیادہ ہوگی اسی قدر وہ آفتاب زیادہ درخشاں ہوگا اور روشنی اس کی ہزار گونہ زیادہ تاباں معلوم ہوگی اگر چاند سورج دونوں ایک ساتھ نظر آئے تو چاند دل ہے جو نور روح کی پرتو سے منور ہو رہا ہے اور خورشید روح ہے جسکو آنکھ دیکھ رہی ہے مگر ابھی تک وہ نور حجاب اور پردے میں طلوع کر رہا ہے کیونکہ خیال اس کو خورشید کی صورت میں دیکھ رہا ہے ورنہ نور روح کی تو نہ کوئی صورت ہے نہ شکل اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انوار صفات خداوند عزوجل کا پرتو بھی بمقتضائے من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا پیش قدمی کرتا ہے (من آئم بجاں گر تو آئی بہ تن) اور اسی حجاب روحانی کی شکل میں اپنا عکس آئینہ دل پر ڈالتا ہے دل کی صفائی کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کیونکر معلوم ہوا کہ جو نور نظر آیا یہ نور صفات خداوند تعالیٰ کا پرتو ہے تو بزرگوں نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ انوار صفات حق کا مشاہدہ جب ہوتا ہے تو وہی نور اپنی تعریف آپ کرتا ہے اور خود اپنے کو پہچنوا دیتا ہے کیونکہ دل کو ایک قسم کی لذت و ذوق حاصل ہوتا ہے اسی

ذوق کی وجہ سے وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ حضرت
خداوند تعالیٰ کے انوار صفات سے ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہے
یہ ذوقی معنی ہیں ان کا عبارت میں لانا ذرا دشوار ہے بزرگوں
نے کہا ہے کہ انوار صفات جمالی نور بخش ہوتے ہیں جلانے والے نہیں
ہوتے اور انوار صفات جلالی جلانے والے ہوتے ہیں انہیں نورانی
نفوذ کی نہیں ہوتی۔ اس مقام میں عقل و فہم کا خاتمہ ہے اس کے گرد
پھٹکنے نہیں پاتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل کی صفائی جب
کمال درجہ پر پہنچتی ہے تو سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم
کی جلوہ گری ہونے لگتی ہے اور یہ رنگ ہو جاتا ہے کہ اپنی ذات
کو اگر دیکھتا ہے تو حق نظر آتا ہے موجودات پر نگاہ کرتا ہے تو حق
کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے ما نظرت فی شیٔ
الا ورأیت اللہ فیہ میں نے کسی چیز کی طرف نگاہ نہیں کی مگر جو کچھ
دیکھا خدا ہی کو دیکھا خیر جب نور روح پر حق تعالیٰ کے نور کا عکس
پڑے گا اس کے مشاہدہ میں لذت و ذوق کی آمیزش ہو گی اور
اگر نور حق تعالیٰ بے حجاب روح و دل مشاہدہ میں آئے گا بے رنگی

بے کیفی بے حبدی بے شکلی بے صدری ظاہر ہو گی اس صورت میں
وقار و نعمت سالک کے واردات میں سے ہے اس مقام میں طلوع
ہے نہ غروب ہے نہ یمین ہے نہ یسار نہ بلندی ہے نہ پستی نہ مکان ہے
نہ زماں نہ قرب ہے نہ بعد ہے نہ دن ہے نہ رات ہے اس مقام
میں نہ عرش ہے نہ فرش ہے نہ دنیا ہے نہ آخرت اس مقام کا کیا
بیان ہو قلم ٹوٹ گیا۔ زبان میں حرکت باقی نہ رہی۔ عقل جادہ عدم
میں غرق ہو گئی۔ علم و فہم صحرائے حیرت میں گم ہو گئے۔ اب تمہیں لازم
ہے کہ اپنی زندگی کو حسرت نایافت میں گزارو کیونکہ حجاب و بعدیت
مجھے ہو اس قربت تو یہ بھی جس میں عجب یافت پیدا ہو سمجھ جانے
بھی ہو یہ عجب مقدمہ زوال ہے اور وہ حسرت عطاء انعام کا وسیلہ
ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے کو خودی سے پاک و صاف کرنا چاہئے
اور جامہ بشریت کی دھجیاں اڑانی چاہئیں اور دیدہ خود دیکھ پر
خاک ڈالنا چاہئے کیونکہ اس راہ میں جس نے اپنی خودی دکھائی گر
وہ خمت ہے حضرت آدم علیہ السلام کے عہد دولت میں ایک شخص
کم قیمت اندھی تھا جس نے اپنے کو دکھایا ہر جگہ فرشتوں کا استاد

آخر سردار تھا مگر جب اپنی خودی ظاہر کی اُسے مخنث دموُنث بناکر دنیا کی خانہ آرائی اس کے سپرد کی گئی تاکہ ذلیل ہمت والوں کی نظر میں اسکا نکھار دکھاتا ہے ارے معاذاللہ ایک نظر بھر میں ابلیس کا کام تمام کر چھوڑا اور سبحان اللہ اک نگاہ لُطف میں مُشت خاک کو تاجدار بنا دیا ابلیس کو ایسا مردود کیا کہ پھر قبول نہ کرے گا۔ آدم کو ایسا مقبول بنایا کہ پھر رد نہ کرے گا یہ جانتے ہو ایسا کیوں ہے سنو جہاں کہیں حسین اور صاحب جمال ہوتے ہیں کوئی بدصورت وسیاہ رو کا ہونا بھی ضرور ہے تاکہ حسن کا جوہر کھلے۔ جس جگہ خوش منظر پھول کا ہو اس کے مقابل میں اگر کوئی مزبلہ نہ ہو تو وہ ناقص ہے جہاں کہیں نور طہارت سے دل کی آرائش کی گئی ہے اس کے مقابل میں نفس خبیث کی نجاست بھی رکھی گئی جب دل کو خلعت طہارت سے آراستہ کیا گیا تو ساتھ ظلوم وجہول کا خطاب بھی دیا گیا کہ انسان اپنے کو فراموش نکر جائے۔ سمجھتا ہے کہ میں کیا ہوں، طاؤس جب اپنے پروں کو دیکھتا ہے تو ایک ایک پر دیکھکر اسے بڑی دست دستی ہوتی ہے مگر پاؤں پر جب نگاہ پڑ جاتی ہے تو

ساری خوشی کافور ہو جاتی ہے اور مرجھا جاتا ہے

والسلام

تیرہواں مکتوب

کشف کے بیان میں

برادرم اعز شمس الدین اعزاللہ بمکاشفات اسرارہ - تمہیں معلوم ہو کہ حجاب کا اُٹھ جانا کشف کی حقیقت ہے - صاحب کشف ان چیزوں کا ادراک کرتا ہے جو چیزیں پہلے اسے معلوم نہ تھیں چنانچہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے فکشفنا عنک غطاءک یعنی تمہاری نظر سے ہم نے حجاب اٹھا دیا یہاں تک کہ تمہاری آنکھیں روشن ہو گئیں اور ان چیزوں کو دیکھنے لگے جو تم نے پہلے نہ دیکھی تھیں - حجاب ان موانعات کو کہتے ہیں جن کے سبب انسان کی آنکھوں پر ایسا پردہ پڑ جائے کہ جمال حضرت خداوندی کے دیدار

سے محروم رہے عالم حجاب بہت ہیں جیسا کہ دنیا و آخرت اور ایک
روایت ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم ہیں اور دوسری روایت ہے کہ
اسی ہزار عالم ہیں۔ خیر اٹھارہ ہزار ہوں یا اسی ہزار کل عالم آدمی
کی ذات میں موجود ہیں۔ ہر ہر عالم کے لحاظ سے آدمی کو آنکھیں ملی
ہیں تاکہ ان کی مدد سے حالت کشف میں اس عالم کا مشاہدہ کر سکے وہ
اسی ہزار عالم ہر فرد آدمی عالم میں موجود ہیں۔ ان دونوں
عالم کو نور و ظلمت کہو ملک اور ملکوت کہو۔ غیب و شہادت کہو
جسمانی اور روحانی کہو۔ دنیا و آخرت کہو۔ سب ایک ہی چیز ہے
صرف نام مختلف ہے۔ خیر جب سالک صادق جذبات ارادت کے
اثر سے طبعی عادت و نفسانی خواہشات کے تحت الثریٰ سے نکل کر اعلیٰ
علیین شریعت پر پہنچتا ہے وہ صفات سچائی سے قدم راہ طریقت
میں رکھتا ہے اور اس کے پورے قوانین و ضوابط کی پابندی کے
ساتھ کسی پیر کی پناہ میں آجاتا ہے تو اسی ہزار حجابوں میں جیسے جیسے
حجاب اٹھتا جاتا ہے ہر مقام کے اعتبار سے مرید کو ایک نئی آنکھ
ملتی جاتی ہے اور ہر ہر مقام کے احوال اس کی نظر کے سامنے

ہونے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے مقام عقل میں اسکو مینائی حاصل ہوتی

ہے فنا حجاب اشیاء سے معقولات کے معنی منکشف ہوتے ہیں اور

اسرار و رموز معقولات کھلتے ہیں اسی کو کشف نظری کہتے ہیں اسپر

زیادہ اعتماد نہیں کرنا چاہئیے کیونکہ جو چیز نظر آرہی ہے جب تک

وہاں رسائی نہ ہو وہ معرض سے اور اعتماد کے لائق نہیں ہوسکتی ع

نے ہرچہ تو بینی بہ تو بخشند ای دل

بہت سے علما اور فلسفی اس مقام میں رہ گئے اور اسی مقام کو

مقصود حقیقی کا وصول سمجھا۔ ہر کیف جب مرید سالک کشف

معقولات (کشف نظری) سے گذرتا ہے اور ترقی کرجاتا ہے تو اسکو

مکاشفات دلی حاصل ہوتے ہیں اور اسی کو کشف شہودی کہتے ہیں۔

اسی مقام میں مختلف قسم سے انوار کشف ہوتے ہیں۔ اس کے بعد مکاشفات

سری پیدا ہوتے ہیں اسی کو کشف الہامی کہتے ہیں تخلیق عالم کے اسرار

اور ہر چیز کے وجود کی حکمت سالک پر تمام ہوتی ہے اسی کی تعلق

کی طرف کسی نے کیا خوب اشارہ کیا ہے رباعی

ای کرده بحمت خانہ چشم تو بپا در تو زده خانہ فروشی بیلا

عشق تو خبر دگفتہ بگوش دل ما　　سرے کہ مقدساں ازاں بیخبر اند

بعدہ مکاشفات روحی پیدا ہوتے ہیں اسی کو کشف روحانی
کہتے ہیں اس مقام میں بہشت و دوزخ اور ملائکہ کا دیکھنا ان
لوگوں کی باتیں سُننا اُن سے باتیں کرنا اُن معاملات کا سامنا ہوتا
ہے اور جب روح کو بالکل صفائی حاصل ہو گئی جسمانی کدورتیں
ساری زائل ہو گئیں تو عالم لاتناہی ظاہر ہوتا ہے ازل اور
ابد کا دائرہ سالک کے پیش نظر ہوتا ہے اس مرتبہ میں حجاب زمان
و مکان کا اُٹھ جاتا ہے یہانتک کہ جو واقعات زمانہ ماضی میں گذرے
ہیں تمہاری معلوم ہوتے ہیں گویا ابھی پیش نظر ہیں بلکہ بعض آدمی تو ایسے
ہیں کہ آفرینش موجودات کی ابتدا اور اس کے مراتب ان کی
نظر کے سامنے ہوتے ہیں اور اسی طرح آنیوالے واقعات بھی ادراک
کرتے ہیں چنانچہ حضرت رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر جواب دیا
انی انظر الی الجنۃ والنار والی اہل الجنۃ یتنعمون
کما قرن بس جب حجاز زمان و مکان دنیاوی اُٹھ جاتے ہیں اور
آخرت کے زمان و مکان کشف ہو جاتے ہیں تو اس مقام میں جہت

کا حجاب باقی نہیں رہتا پس پشت سے بھی وہ شخص ایسا ہی دیکھتا ہے
جیسا کہ سامنے سے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ میں جسطرح سامنے کی چیزیں دیکھتا ہوں اسی طرح پس پشت کی
چیزیں بھی دیکھتا ہوں اس مقام میں پہنچ کر کشف و کرامت اختیاری
چیز ہو جاتی ہے۔ روشن ضمیری یا دور کی باتوں پر مطلع ہونا
پانی یا آگ پر چلنا یا ہوا پر اُڑنا یا آن واحد میں زمین کا طے کرنا
یا اس قسم کی اور باتوں کا پیدا ہونا سب ہی از قسم کرامت ہیں مگر
کوئی اعتبار کی چیز نہیں کیونکہ یہ سب باتیں اہل دین داروں اور غیر دین
داروں دونوں کو حاصل ہو سکتی ہیں روح جب مجاہدہ کی وجہ سے
اپنے کو صاف کر لیتی ہے تو یہ باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پیغمبر
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابن صیاد سے فرمایا (ما تری
تو کیا دیکھتا ہے۔ ابن صیاد نے کہا اری العرش علی الماء
پانی پر عرش کو دیکھ رہا ہوں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
نے فرمایا (فقال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
ذالک العرش ابلیس) وہ ابلیس کا عرش ہے دیکھو اس

قسم کی چیزیں دجال میں بھی ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے دجال کو آدمی کے مارنے پر قدرت ہوگی اور پھر اسی کو زندہ کرنے پر قابو بھی ہوگا مگر حقیقتاً جسے کرامت کہتے ہیں وہ اہل دین کے سوا دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتی دوسنو) کشف روحی سے مکاشفات خفی پیدا ہوتے ہیں یہ روح تو کفار کو بھی ہوتی ہے۔ اور مسلمانوں کو بھی گر خفی۔ خاصان حق کے سوا دوسروں کو نہیں ہوتی ہے کیونکہ خفی روح حضرتی ہے جیسا کہ خود ارشاد ہوتا ہے اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ اور پھر پیغامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرماتا ہے۔ کذالک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی من نشاء من عبادنا۔ یعنی روح نورانی ہماری حضرت کی ہے جو بعض خاص بندوں کو ہم دیتے ہیں عام بندوں کو نہیں دیتے تاکہ اس کے واسطے سے عالم صفات خداوندی میں رہ سکے جل جلالہ دستار کا اسکو یوں سمجھو کہ رستم کا جو جسم رستم ہی کا گھوڑا اٹھا سکتا ہے

بزرگوں نے کہا ہے کہ روح خفی دونوں عالم کے لئے واسطہ اور
ذریعہ ہے عالم صفات خداوندی سے بھی اسکو تعلق ہے اور روحانیت
سے بھی تاکہ دل کا مکاشفات حضرت خداوندی کے لائق ہو اور عکس
اس خلاق کا عالم روحانیت پر ڈالے اسوقت تخلقوا باخلاق
اللہ کی خلعت سے مشرف ہوگا اسی کو کشف صفاتی کہتے ہیں اس
مقام میں سالک پر ایک عالم علم کا کھل جاتا ہے اور علوم من
لدنی پیدا ہوجاتے ہیں اگر سمعی صفت کشف ہوگی سماع اور کلام
حق اور خطاب حق ظاہر ہوگا اور اگر بصری صفت کھلے گی رویت
ومشاہدہ حق حاصل ہوگا اور اگر جمال کی صفت کھلے گی جمال حضرت
کے مشاہدہ میں ذوق نصیب ہوگا اور اگر جلال کی صفت کھلے گی
حقیقی فنا ظاہر ہوگی۔ اور اگر قیومی کی صفت کھلے گی حقیقی بقا
نصیب ہوگی اور اگر وحدانیت کی صفت کھلے گی وحدت ظاہر
ہوگی بقیہ صفاتی کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور سمجھنا
چاہیئے کسی نے اس مقام کو اشارتاً کیا خوب کہا ہے ۔ رباعی

تا بر سر کوی عشق تو منزل ماست   سر دو جہاں جملہ کشف دل ماست

والجا کہ قدر گمہ دل تقبول ماست   مطلوب ہمہ جہانیاں حاصل ماست

اے بھائی وہاں کام بے علت ہوا کرتے ہیں نومیدی ذرا بھر جائز نہیں۔ لطف کی ہوا ہے کہ چل رہی ہے چشم زدن میں گرے پڑوں کا کام ہو رہا ہے۔ ایک مرتبہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آج کی شب ذرا دنیا میں دیکھو تو کیا رنگ ہے حسب حکم جبرئیل علیہ السلام نے دنیا کی طرف نگاہ کی کیا دیکھتے ہیں کہ سارا جہان تو پڑا سوتا ہے مگر ایک نہایت سن رسیدہ بُت پرست بصد ذوق و شوق بت کے سامنے سربسجدہ ہے اور الحاح وزاری کے ساتھ اپنی مرادیں مانگ رہا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چاہا کہ اگر حکم ہو تو ہم اسکو کچل ڈالیں اور فرش زمین کو ایسی نجس ہستی سے پاک صاف کر دیں ندا آئی کہ اے جبرئیل ہوشیار اگرچہ یہ خداوند جاگر مجھے نہیں پہچانتا مگر میں تو اس کو اپنا بندہ سمجھ رہا ہوں۔ خیر دوسرے سال جب شب قدر آئی تو جبرئیل علیہ السلام کو پھر خطاب ہوا کہ جاؤ آج شب کو پھر تو دیکھو کہ جاگتا کون ہے اور سوتا کون ہے جبرئیل نے دنیا کی طرف جب نگاہ کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ محراب میں

ایک نہایت ضعیف شخص ایک پاؤں پر کھڑے ہوئے اور خداوند عالم کی درگاہ میں بصد نیاز زاری کر رہا ہے فرمان ہوا کہ تم کچھ جانتے ہو یہ کون بندہ ہے۔ سنو یہ وہی ہے جو کمال بیخودی میں پارسال تک کے سامنے سربسجدہ تھا اور بیگانہ بنا ہوا تھا آج کی شب وہی ہے کہ میری درگاہ میں آشنا سے آشنا اور بیگانہ سے بیگانہ ہو رہا ہے

والسلام

چودھواں مکتوب

تجلی کے بیان میں

برادرم اعز شمس الدین اکرمہ اللہ تعالیٰ تجلی صفاتیہ - اے عزیز کوئی شک نہیں کہ دراصل تجلی اسی کا نام ہے جس کا تعلق ظہور ذات وصفات خداوندی سے ہے جل جلالہٗ وجل شانہٗ مگر یہ بھی سمجھ لو کہ روح کی بھی تجلی ہوتی ہے اور یہ ایسی نازک بات ہے کہ اکثر سالک کو

غرور پندار پیدا ہو گیا کیونکہ وہ تجلی روح کو یہ سمجھا کہ حق کی تجلی
ہے ایسے موقع میں اگر شیخ کامل اور صاحب نصرت کا سایہ سر پر نہ ہو
تو ان منجدھاروں سے عبور دشوار ہے پس ہر طالب صادق کو لازم
ہے کہ کسی شیخ صاحب نصرت کا وسیلہ اور اسکا دامن پکڑے تا کہ اسکی
دستگرفتگی کی بدولت منزل مقصود تک پہنچے چنانچہ قرآن قدیم
نے بھی خبر دی ہے کہ واتوا البیوت من ابوابہا اور کسی نے اسی
معنی کی طرف یوں اشارہ کیا ہے

رباعی

بے واسطہ واسطہ گر راہ روی — از راہ بیفتی و سوئے چاہ روی
در پیش کسی زمین قدش — دریکدو زماں بعالم شاہ روی

اب تمہیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ تجلی ربانی کیا اور تجلی روحانی
کیا ہے دونوں میں کیا فرق ہے اس کو ہم آگے لکھتے ہیں ایک دوسری
بات بھی کام کی ہے اسکو پہلے سنو (یعنی جب آئینہ دل وجود ماسوی
کی کدورتوں سے مصفی ومجلی ہو جاتا ہے اور کمال درجہ کی صفائی
حاصل ہو جاتی ہے اسوقت دل جمال حضرت عزت کے آفتاب کی
جلوہ ریزی کے لائق ہو جاتا ہے اور ذات وصفات خداوند تعالی

کا جام جہاں نما بنجاتا ہے۔ لیکن اے بھائی یہ کچھ ضرور نہیں کہ جس
کا دل صاف ہو جائے گا اسکو تجلی ذاتی وصفاتی کا مشاہدہ بھی
ہونے لگے گا کیونکہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء دیکھو
دوڑنے والا ہی گورخر کو پکڑتا ہے مگر یہ لازم نہیں کہ جو دوڑے
وہ گورخر پکڑ ہی لے دوسری صورت یہ ہے کہ دل کی صفائی کے
بعد اتنی روحانی ترقی سالک کو ہوتی ہے کہ انوار روح بشان
تجلی ظاہر ہوتے ہیں اور اسوقت سالک سے صفات بشریت
بالکل غائب ہوتے ہیں اس موقع پہ دو کیفیت طاری ہوتی ہے
(۱) روح کو رتبہ خلافت حق کا حاصل ہے اس باعث شان تخت
خلافت پر اپنا جلوہ دیکھ کر دعوی انا الحق بھی کرنے لگتی ہے۔ (۲)
اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمامی موجودات کو روح اپنے پائے تخت
کے سامنے سربسجود پاتی ہے اور اترا جاتی ہے سمجھتی ہے کہ ہم ہی
ہم ہیں جیسا کہ منشا اس حدیث کا ہے کہ اذا تجلی اللہ لشیء
خضع لہ اور اس قسم کی بہت سی غلطیوں میں پڑ جاتی ہے۔ تنبیہ عنایت
خداوندی و حمایت پیر ہمسر شریک ہو سکتی اب تجلی ربانی اور تجلی

روحانی کے درمیان جو فرق ہے اسکو سنو پہلی بات یہ ہی ہے کہ تجلی
روحانی پر حدوث کا دھبا لگا ہوا ہے اسکو فنا کرنے کی صلاحیت
و قوت نہیں ہے اگرچہ جسوقت اس تجلی کا ظہور ہوتا ہے صفات بشری
بالکل زائل ہوجاتے ہیں لیکن ہمہ تن فنا نہیں ہوتے پھر جب اس
تجلی کو حجاب ہوتا ہے فی الفور صفات بشری ظاہر ہو جاتے ہیں
لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کی ذاتی صفاتی تجلی ان آفتوں سے بری ہے
کیونکہ اسکا خاصہ ہے کہ نفس کو مغلوب کردے اور صفت باطل کو
جلادے قل جاء الحق و ذهق الباطل ان الباطل کان زهوقا
دوسری بات یہ ہے کہ روحانی تجلی جسوقت ہو گی دل کی ظلمانیت
بھی ظاہر ہو گی اور شائبہ شک و شبہہ سے دل کو چھٹکارا نہ ہو گا
اور معرفت کا پورا پورا ذوق حاصل نہ ہو گا۔ اور حق جل جلالہ
کی تجلی بالکل اس کے برعکس ہے تیسری بات یہ ہے کہ تجلی روحانی
سے غرور و پندار پیدا ہوتا ہے اور عجب و خودی بڑھتی ہے طلب
میں نقصان پیدا ہوتا ہے اور خوف و عجز کم ہوجاتا ہے حق سبحانہ
تعالیٰ کی تجلی کی بات ہی دوسری ہے ہستی نیستی سے بدل جاتی ہے

اور درد طلب بڑھجاتا ہے اور پیاس زیادہ ہوجاتی ہے اب تم

ان باتوں کا لب لباب اور نچوڑ سن لو کہ انسان ذات وصفات

باری تعالیٰ کا آئینہ ہے جب انسان کا دل آئینہ کی طرح صاف

ہوجاتا ہے اسوقت حضرت خداوند تعالیٰ جس صفت کے ساتھ

چاہتا ہے تجلی کرتا ہے اگر حیات کی صفت میں تجلی ہوگی خضر والیاس

علیہم السلام کی طرح حیات جاودانی ملے گی اور اگر یہ صفت کلام

تجلی ہوگی موسیٰ کی طرح متکلم ہوگا۔ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما

اور اگر رزاقی کی صفت میں تجلی ہوگی حضرت مریم کی شان ظاہر

ہوگی وھزی الیک بجذع النخلۃ اور یہ صفت خلاقی

تجلی ہوگی وہ بات پیدا ہوگی جو عیسیٰ علیہ السلام کو تھی واذ تخلق

من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا

باذنی اور اگر اماتت (مارنا) کی صفت میں تجلی ہوگی ایسا ہوگا

کہ خواجہ ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کو جیسا پیش آیا

یعنی جب اس مرید کی نظر خواجہ بایزید قدس اللہ روحہ پر پڑی

ایک نعرہ کیا اور جان بحق تسلیم ہوا جس شخص میں اماتت کی شان

آتی ہے وہ ہیبت جس شخص کے ساتھ صرف کرے گا فوراً ہلاک ہوجائیگا۔ اور صفات کو بھی اسی پر قیاس کرو۔ مشاہدہ اور مکاشفہ اور تجلی میں نہایت ہی باریک فرق ہے بغیر بصیرت اور کافی تامل کے نہیں سمجھ سکتے۔ جب وقت آئیگا خود سمجھ لوگے (لکھنا طوالت سے خالی نہیں۔ اب نہیں یہ بھی جاننا چاہیئے کہ تجلی و استتار دو لفظ ہیں جو اس طائفہ (مشائخ) کے یہاں مشہور ہیں تجلی کے معنی لغت میں کشادہ ہونا اور استتار کے معنی پوشیدہ ہونا ہے (مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کی مراد تجلی سے کشادہ ہونا حق کا اور استتار سے مراد پوشیدہ ہونا حق کا ہے۔ مقصود اس سے ذات حق نہیں لیتے کیونکہ اس ذات کے لیے تغیر و تبدل جائز نہیں مثلاً یوں سمجھو کہ اگر کسی شخص پر کوئی مسئلہ روشن ہوجائے تو کہیں گے کہ یہ مسئلہ کشادہ ہوگیا حالانکہ مسئلہ کوئی کشادہ ہونے والی چیز نہیں بلکہ عقل و فراست اس کی کشادہ ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے اس مسئلہ کو دیکھا جاتا ہے۔ اسی علم کے کشادہ ہونے کو مسئلہ کا کشادہ ہونا کہا جاتا ہے اور اس علم کا نہیں جاننا مسئلہ کا پوشیدہ رہنا کہا جائے گا۔ (تحجب سالک کا)

دیدۂ سرانی طرف مشغول رہے گا غیب کا دیدار پوشیدہ رہے گا اسی کو استتار کہتے ہیں اور جب حق کی طرف سے دیکھے گا اور اس کی ملک جانے گا گویا اس نے بشریت سامنے سے ہٹا دی اور غیب کا مشاہدہ کیا اسکو تجلی کہتے ہیں۔

اے بھائی جس روز انسان کو خلعت وجود عنائت ہوا تھا حکم ہوا تھا کہ راہ طلب میں جاؤ اور یافت کا خیال اُٹھا دو۔ (سبحان اللہ) مرد طلب میں اور مطلوب پردۂ عزت میں نہ طلب ختم ہوگی نہ مطلوب ظاہر ہوگا۔ جانتے ہو یہ کیلئے جہاں کہیں جمال ہوگا غمزہ و ناز کا ہونا ضروری ہے جہاں کہیں حُسن ہوگا وہاں کوئی ذلیل دگرفتار بھی ہوگا۔ کسی نے کیا خوب کہاہے۔ رُباعی

دایم طرب تمردہ غمہائے ترا | با دیدہ پذیرفتہ ستمہائے ترا
با این ہمہ در رہت اگر خاک شوم | شایستہ نباشیم قدمہائے ترا

سُنو برادر جس شخص نے روش درست کی بلا طلب اُس کو نعمت ملے گی اور بدراہ چلا تو ہزار کچھ مانگے گا نہ پائے گا۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے ہیں یا اُن

بزرگوں نے کہا نہیں (سائل نے) پوچھا کیوں۔ ان بزرگ نے
جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے دیدار چاہا مگر نصیب نہ ہوا۔ حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں چاہا مگر دیکھا۔ (سنو)
اگر آب وگل کی بات سرسری نہیں ہے اور آدم وآدمی کے کام
مجازی نہیں۔ مصنوعات وموجودات بہت تھے مگر کسی مصنوع و
موجود کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہوا جو نوازش تیرے ساتھ ہوئی اگر
عنایت کسی سبب پر موقوف ہوتی تو اس کے مستحق نورانی شخصیت
اور ملکوتی جوہر ہوتے کیونکہ ان کا لباس عصمت وطاعت وقدس
وطہارت تھا مگر بات کچھ اور ہے۔ ایسا نہ سمجھو کہ جس سے خدمت
لیجائے وہ محبت کے لائق بھی ہو اور جو حاشیہ بساط کا سزاوار
ہے وہ مقام انبساط کے قابل بھی سمجھا جائے۔

والسلام

پندرہواں مکتوب

وصول کے بیان میں

برادرم اعز شمس الدین اکرمہ اللہ بکرامتہ الوا صلین تمہیں معلوم ہو کہ حضرت حق سے وصول یعنی ملنا اور پیوستہ ہونا کچھ ایسا ملنا نہیں ہے جیسا کہ جسم کا جسم سے یا عرض کا عرض سے یا جوہر کا جوہر سے یا علم کا معلوم سے یا عقل کا معقول سے یا شی کا شی سے۔ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔ لفظ وصول شرعاً وعرفاً مستعمل ہے اور اس طائفہ مشائخ کے یہاں بھی مشہور ہے پس خداوند عزوجل سے ملنے کے کیا معنی ہیں تم کچھ سمجھے ہو خداوند تعالی سے ملنے کے یہ معنی ہیں کہ خداوند تعالی کے سوا سب سے انقطاع اور دوری ہو پس اسرار کا حق تعالی سے مشغول ہونا اتصال ہے جس قدر غیر حق سے فراغت ہوگی اتنا

تقرب ہوگا اور حق تعالیٰ سے جسقدر فراغت ہوگی اسی قدر انفصال
اور بعد ہوگا۔ حق کے ساتھ جسقدر مشغولیت رہے گی اتصال اور
نزدیکی ہوگی ہمنے اس بیان کی تصدیق حضرت حارثہ رضی اللہ
عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کانی انظر الی عرش ربی
بارزا جتنا حارثہ کو دنیا سے انفصال تھا اور دوری تھی اتنا
ہی عقبیٰ سے اتصال۔ چونکہ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو
دونوں جہان سے انفصال تھا حق تعالیٰ کے ساتھ اتصال تھا
اگر آپ کے خیال مبارک میں کوئی چیز باقی ہوتی تو آپ یہ فرماتے
اعوذ بک من کذا مگر جب آپ نے یوں فرمایا کہ اعوذ بک
منک تو یہ بات معلوم ہوگئی کہ آپ کے خیال میں کوئی چیز غیر حق موجود
نہ تھی پس دنیا کے انفصال سے عقبیٰ کا انفصال حاصل ہوا۔ اور
دونو جہان کے انفصال سے حق تعالیٰ کے اتصال کی دولت ملی۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کعبہ کے دوران جناب
کے سلام کا جواب نہ دیسکے جب آپ سے شکایت کی گئی تو آپ نے
جواب دیا کہ کنا نتری اللہ فی ذالک المکان یعنی ہم خدا وند خانہ

کے دیدار میں مشغول تھا۔ چونکہ شخصیت آپ کی مشغول شریعت تھی اور
اسرار مشغول حقیقت شغل حقیقت نے آپ سے شریعت فراموش
کرادی نہ گھر (کعبہ) کی خبر رہی نہ اس سلام کرنیوالے کی خبر ہوئی۔
شغل حق نے انہیں ایسا محو کر دیا تھا کہ اغیار کے سلام کی خبر مطلق
نہوئی۔ صاحب خانہ کی تعظیم نے ایسا بے خبر بنا دیا تھا کہ گھر (کعبہ)
نظر سے ساقط تھا بایں ہمہ آپنے کمال مزی اللہ فی ذالک
المکان فرمایا اور اس بیچارے سلام کرنیوالے کو اس مقام کی خبر
کہاں۔ شکوہ وعتاب پر آمادہ ہو گیا چونکہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ اس معاملہ سے آگاہ تھے آپنے کچھ باز پرس نہ کی اور یہی
سکوت حضرت عبداللہ کے صدق دعویٰ کے لئے کافی دلیل ہو گیا
اور ایسا ہی فقہا کا بھی قول ہے کہ ترک البیان فی موضع
الحاجۃ البیان حاصل کلام یہ ہے کہ وہ بڑا خوش نصیب
وصاحب دولت ہے جسکا مرجع ومنتہی درگاہ حضرت خداوند
تعالیٰ ہے جیسا کہ ان الیٰ ربک المنتہی سے ظاہر ہوتا ہے اللہ اکبر
عہد الست بربکم کے قبل ہی روحانی سرشت اور انسانی خمیر مایہ نور

خاص کی تراوش سے تیار ہوا۔ ان اللہ خلق......
ظلمۃً ثم رش علیہم من نورہ انسان کو روز ازل
وہ شراب پلا دی گئی ہے کہ ہرگز سرور اور اثر اسکا کام جان کے
جانیوالا نہیں بلکہ اس کی زندگی اور اس کی حیات اسی ذوق و
مستی کے ساتھ ہے مگر اس نور کا قصد ہمیشہ اپنے مرکز و معدن کی
طرف ہے اسلئے اس عالم کی طرف مائل نہیں ہوتا اور اس شراب
کو چھوڑ نہیں سکتا۔ کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے (رباعی)

عشاق تو از ازل مست آمدہ اند   سرمست ز بادۂ الست آمدہ اند
می می نوشند و پند می می نوشند   کاینشان ز الست می پرست آمدہ اند

جو لوگ کہ پروانہ کی طرح عاشق جانباز ہیں اور جاذبۂ الوہیت
نے عہد الست ہی کے دن کمند محبت ان کی گردنوں میں ڈالدی
ہے آج کے دن سراپردہ جمال اور شمع جلال کے گرد اگر د ہزار
ہزار قوت بازو سے پرواز کرتے ہیں یہانتک کہ من تقرب الیّ
شبرا تقربت الیہ ذراعا کا شانہ دار استقبال اپنی شان
ظاہر کرتا ہے اور جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین

کے ہاتھوں سے انہیں کنار وصال میں کھینچ لیتا ہے اور بزبان شفقت
فرمان ہوتا ہے کہ اے بندہ ضعیف اس کمزور پر و بال سے میرے
سراپردہ جمال کے گرد اگرد کب تک اڑتا ہے گا ان پر و بال کی
اونچی اڑان ہمارے ہوائے ہویت تک نہیں پہنچ سکتی ان پر و بال سے
والذین جاھدوا فینا کے میدان میں کام لے تاکہ حسب دستور
لنھدینھم سبلنا ایک دوسرا پر و بال شعاع انوار سے میں تجھے عنایت
کروں تو نے یھدی اللہ لنورہٖ من یشاء نہیں سنا ہے کسی نے
کیا خوب کہا ہے۔ رباعی

اے دل این رہ بہ قیل و قالت ندہند :: جز بر در نیستی وصالت ندہند
وانگاہ دراں ہوا کہ مرغاں بہ پرند :: تا بال و پر ذلی پر و بالت ندہند

اگر ملائکہ اعلیٰ علیین اور جن و انس سب کے سب جمع ہو کر چاہیں کہ
ایک بندہ کو صفات خداوند تعالیٰ کی تجلی سے سرفراز کریں نہیں کر سکتے
اور ایک جذبہ حق بساط ادنیٰ کے قریب لیجا سکتا ہے اسی وجہ سے
ایک جذبہ تمامی خلق کی طاقت سے کہیں بہتر ہے اور جو بندے قید
خودی سے چھٹکارا پا چکے ہیں اور عالم الوہیت میں جذبات کی تصرف

روشن میں آ چکے ہیں ایک نفس ان کا دونوں جہان کے معاملہ کے برابر ہے اسی تجربہ کی طرف کسی نے کیا خوب اشارہ کیا ہے ؎

صوفیان در دمے دو عید کنند :: عنکبوتان مگس قدید کنند

صوفی صافی کو ہر دم اک نیا وجود ملتا ہے۔ پھر جذبہ کے تصرف سے وہ وجود محو ہو جاتا ہے اور اس محو سے عالم الوہیت کی اک دوسری سیر ہوتی ہم چو الله ما شاء و تبت پس ہر دم ایک نیا محو و اثبات حاصل ہوا کرتا ہے اور یہی صوفی کی دوہری عید ہے ایک عید محو ہے اور دوسری اثبات ہے سالک کو اگر اس مقام میں روح الله و کلیم الله کہا جائے تو بجا ہے اور یہ خلعت اسکے جسم پہ درست و چست ہو گا۔ اے بھائی یہ مرتبہ دستار خواجگی کے ساتھ ملنا ذرا مشکل ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ وہ عزیز آدم علیہ السلام جس وقت بہشت میں آیا چاروں طرف غور سے دیکھ کر اپنے دل میں سوچا کہ یہ چلنا پھرنا پاؤں جو مجھے ملا ہے قید میں نہیں رہ سکتا اور عشق سے پر خمار سر جو مجھے ملا ہے تاج شاہی کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ مجھے العنا کی طرح قد دیا گیا ہے اس لئے العنا کی موافقت بہا لگیا

پاؤں پر کھڑا رہنا چاہیئے الف کی شان مجرد ہے علائق و اسباب کو آگ لگا دینا چاہیئے۔ چنانچہ مردانہ وار عاشقانہ لبیک کہی اور آٹھوں بہشت کو چھوڑ نکلا جس وقت بہشت میں داخل ہوا تھا تاج و خلعت کیساتھ مقربوں کی صف میں تھا اور جب راہ طلب میں آیا تو ستر پوشی تک میسر نہ تھا کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

رانی چہ بود شرط حرابات نخست تاج و کمر و کلاہ در بازی چست

آدم کے ہر ذرہ وجود سے عشق کا نعرہ بلند ہوا

دل در غم عشق مبتلا خواہم کرد امروز نخود دل قفا خواہم کرد

والسلام

سولہواں مکتوب

سالک مجذوب کے بیان میں

برادرم شمس الدین اکرمہ اللہ بکرامتہ الصالحین۔ تمہیں معلوم ہو کہ اس راہ کو یقین جیسے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سالک دوسرا مجذوب

مجذوب وہ لوگ ہیں کہ کمند جذبہ نے انہیں مرتبہ دلائت تک پہنچا
دیا مگر غلبہ شوق میں اس طرح محو ہوتے ہیں۔ باوجود اس کے وہ
ہر مقام سے گذر چکے ہیں ان کو اس کی خبر نہیں کہ راہ کا حال کیا ہے
مقام کی کیفیت کیسی ہے خیر کس شی کا نام ہے، شر کس بلا کو کہتے ہیں،
نفع کی صورت کیا ہے، ضرر کس بات میں ہے اسلئے مجذوبان پیر بنانیکے
لائق نہیں شیخی کے لائق وہ ہستی ہے کہ اگرچہ جذبہ شوق کے ساتھ
راہ طے کرتی ہے مگر نہایت سکون و آہستگی سے یعنی ہر ہر مقام کی داد
و انصاف دیتے جاتے ہیں اور آگے بڑھتے جاتے ہیں احوال خیر و شر
اور صلاح و فساد کل ان پر کھولدئے جاتے ہیں کبھی کبھی راہ پر چلتے چلتے
بے راہ بھی ہو جاتے ہیں تا کہ راہ و بیراہی سے پورا وقوف حاصل ہو جائے
کتنے مرحلوں کے بعد اسکی صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ ایک جماعت کی
راہبری سالک کرسکے۔ خیر سالک یہ کیونکر سمجھے کہ ہم راہ چل رہے ہیں
اور منزل طے ہو رہی ہے، سنو بزرگوں نے اس کی نشانیاں بتائی
ہیں وہ یہ ہیں۔ عالم ہزاروں ہیں ہر ہر عالم سے سالک کو گذرنا
ہے اور اس کی سیر کرنا ہے منجملہ اس کے ایک عالم خاک ہے اس مقام

کی سیر میں کیا واقعہ پیش آتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بستیوں سے کوچوں
سے جابجا سے تاریک گوشوں سے نکل رہے ہیں اور ویرانوں
کھنڈروں پانی کے جل تھل سے پہاڑوں کی طرف جا رہے ہیں نتیجہ
اس سیر سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ سرگرانی و تیرگی دور ہوتی ہے۔ سبکی
ولطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرا عالم آب ہے اس مقام کی سیر میں
سبزہ زار درختاں سرسبز کشت زار آب رواں چشمے دریا وغیرہ نظر
آتے ہیں۔ تیسرا عالم باد ہے اس مقام کی سیر میں ہوا پر چلنا اڑنا
بلندیوں پر جانا وادیوں میں پرواز کرنا نظر آتا ہے۔ چوتھا عالم
آتش ہے اس مقام کی سیر میں چراغ شعلے آتشکدے دکھائی دیتے ہیں
پانچواں عالم افلاک ہے اس مقام کی سیر میں سالک دیکھتا ہے کہ
ہم ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر جاتے آتے ہیں اور یہ دیکھتا ہے
کہ آسمان کس طرح پر چکر کھا رہا ہے اور فرشتے بھی نظر آتے ہیں۔
چھٹا عالم ملکوت کواکب ہے اس مقام کی سیر میں ستارے ماہ خورشید
انوار اور ان کے مشابہ چیزیں نظر آتی ہیں۔ ساتواں عالم حیوانات ہے
اس مقام کی سیر میں سالک ان مختلف حیوانات کی شکل کو دیکھتا ہے

جن جن چارپائے اور درندے کی صفتوں کو سالک نے دور کیا ہے اس مقام میں قابل خیال یہ بات ہے کہ اگر سالک ان سباع اور بہائم پر اپنے کو غالب دیکھے تو یہ سمجھے کہ واقعی خدائے تعالیٰ نے ہمیں ان صفات سے نجات دی اور اگر اپنے کو ان کا مغلوب دیکھے تو یہ سمجھے کہ ابھی وہ صفات ضمیمہ ہم میں باقی ہیں اسی طرح جتنے عالم ہیں تمام کی سالک سیر کرتا ہے اور ان سے گذرتا ہے ہر ہر عالم کے مناسبت سے مشاہدات ہوتے ہیں اور اس کے اسرار کھلتے ہیں۔

اے بھائی یہ جان ناتواں اور وہ مقصود جاناں ایسا ہی جوان مرد ہو تو یہ کہے کہ جان جائے تو جائے مگر مقصود تک ہم ضرور پہنچیں گے یہ وہ گوہر شب چراغ ہے جس کی عزت اسی سے ظاہر ہے کہ دربان اسکا موج دریائے خونخوار ہے۔ یہ وہ گوہر ہے جس کے لاکھوں طالب ہیں وراس پہ جان فدا کرتے ہے اور سر کے بل قعر دریا میں غوطے لگاتے ہیں دیکھو اگر کوئی شخص اپنی غفلت کے ساتھ اس درگاہ میں قدم رکھنا چاہتا ہے تو وہ یعنی جو اس درگاہ کا دربان ہے فوراً ٹوکتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے جان رکھو میں کون نہیں دیکھی ہوں کہ آسمان

اول کے فرشتوں نے آداب تسبیح مجھ سے سیکھے اور دوسرے آسمان
کے فرشتوں نے ادب تہلیل مجھ سے جانے اور اسی طرح اور آسمان والوں
نے میرے دستار فضیلت کے پلے عزت کو افلاک کے سروں پر رکھا
باوجود اس کے کیا چشم زدن ہیں میں نے ساری دولت کو لات
مار دیا اور لعنت کا ٹیکا پیشانی پر لگا لیا ہے لتنے ایثار کے بعد
اس لائق ہوا ہوں کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچہ کی
سرہنگی و دربانی مجھے ملی ہے ہاں اگر تاج اخلاص سر پہ رکھ کر آئے ہو
تو چلے چلو ورنہ میری کمند سے کہاں بھاگ سکتے ہو دیکھو بھائی یہ
حال ہے تاہم یہ نہ سمجھو کہ وہ یعنی جس کی یہ شان ہے ہر پست ہمت
کیلئے ہٹتا بھی ہو نہیں ہرگز نہیں وہ بڑا ہی متکبر ہے جب تک کوئی
صدیق دنیا میں پیدا نہیں ہوتا اور کوئی چالاک و پاک باز اس راہ
میں قدم نہیں رکھتا وہ کب اپنی جگہ سے اُٹھنے والا ہے۔

والسلام

سترہواں مکتوب

غلط گاہ سالک

برادرم شمس الدین۔ تمہیں معلوم ہو کہ صوفیوں میں ایک جماعت ایسی بھی ہے کہ ریاضت شاقہ کر چکی ہے اور خواہشات نفسانی سے کوسوں دور ہے ایک مدت دراز تک خلوت نشینی اسکا کام رہا ہے۔ دل کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اسم ذات اللہ اللہ کے سوا کسی طرف رُخ نہیں کرتا نگہبانی دِل میں اسقدر بلیغ کوشش کی ہے کہ سوائے ذکر خدا عزوجل کے کوئی خطرہ دل پر نہیں گذرنے پاتا۔ اس جماعت کے لوگوں پر کشف احوال ہوا کرتے ہیں اور اسرار ملکوت کھلتے رہتے ہیں۔ علو مقام کا ان کے یہ حال ہوتا ہے کہ اصحاب کرامت میں داخل ہیں غیب کی خبر دیا کرتے ہیں اور وہ راست ہوا کرتی ہے۔ بیمار سے بیماری کی طرف توجہ کرتے ہیں تو اس کی شفا ہو جاتی ہے۔ دشمن کی طرف اگر ہمت باندھتے ہیں تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے ان حالتوں کو

دیکھ کر ابلیس کو رشک وحسد پیدا ہوتا ہے اور وہ اس فکر میں
لگ جاتا ہے کہ جس طرح ممکن ہو حضرت سلامت کو اپنے دام تزویر میں
لا کر شیطان مجسم بنا چھوڑیں چنانچہ ان پر اسرار شریعت کو ظاہر کرنا
شروع کرتا ہے سوائے اک راز کے کل راز کو کھولدیتا ہے۔ وہ ایک
ایسا راز ہے کہ خود اس لعین پر بھی پوشیدہ رہا اور اسی سبب سے
کم بخت نے آدم صلوٰۃ اللہ علیہ کو سجدہ نہ کیا۔ وہ ایک پٹی تو یہ
پڑھاتا ہے کہ مقصود ترک معصیت سے یہی ہے کہ خواہشات نفسانی دور
ہو جائیں اور صفات بشریت مغلوب ہو کر رہے تاکہ سالک کو خدا سے
تقرب حاصل ہو دوسرا فقرہ اسکا یہ چلتا ہوا ہوتا ہے کہ مقصود ریاضت
سے یہ ہے کہ ذکر حق دل پر غالب ہو جائے اور ذکر خداوند تعالیٰ سے
دل میں ایسی جلا پیدا ہو کہ ساری ظلمات بشریت دور ہو جائیں تاکہ
حقیقت معرفت سالک کو حاصل ہو اور غرض شریعت ورزی سے یہی ہے
کہ کعبہ وصال تک پہنچیں جب وہاں تک رسائی ہو گئی تو زاد و راحلہ
کی کیا حاجت باقی رہی۔ ان توہمات کے بعد اس قوم کو یہ خلل دماغ پیدا
ہو جاتا ہے کہ نماز ادا کرنے کو حجاب سمجھنے لگتی ہے خیال یہ ہوتا ہے کہ

ہم تو خود ہر وقت مشاہدہ میں ہیں مقصود نماز در کوع وسجود سے تو دل
کی غفلت دور ہونا حضور دل کا پیدا ہونا ہے جب ایک ساعت بھی غفلت
نہیں ہوتی اور عالم ملکوت پیش نظر ہے ارواح انبیاء بہترین صورت
میں دکھائی جا رہی ہیں اب ہم کو ان بیگاریوں کی کیا حاجت باقی
رہی معاذ اللہ معاذ اللہ یہی بعینہٖ ابلیس کا واقعہ ہے کمال قرب میں
وہ ایسا بھولا کہ سجدہ آدم کی اس نے پرواہ نہ کی اور آدم علیہ السلام
کو اپنے سے حقیر سمجھا اس سجدہ کو بے سود سمجھ کر باز رہا۔ تم کیا سمجھتے ہو
کہ قرآن شریف میں قصہ ابلیس محض افسانہ کے طور پر بیان ہوا ہے نہیں
ہرگز نہیں بلکہ ایسی ہی قوم کی تنبیہ کے لئے ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ لوگ جان لیں
کہ مقرب سے مقرب بھی ہو تو وہ فرمانبرداری میں تقصیر نہ کرے اور بزرگوں کا
جو یہ خیال ہے کہ شریعت کی راہ میں چلنا بھی عین حق طلبی ہے بالکل بجا و
درست ہے اب سنو اصلی راز جو ابلیس نے اس قوم پر ظاہر نہ کیا اور خود
بھی غافل رہا وہ کیا ہے یہ ہے کہ نماز وغیرہ سے غرض صرف صفات بشریہ
کا دور ہونا اور تقرب خدا حاصل ہونا نہیں ہے بلکہ دوسرا مقصود
یہی ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں گویا دریچہ کمال کے لئے پانچ سہارے ہیں

اگر اس سمار کا سہارا نہو گا تو سالک اس مقام سے گر جائے گا۔ ممکن ہے
کہ یہاں پر یہ شبہہ واقع ہو کہ آخر نماز کے مسمار ہونے کا سبب کیا ہے
اور کس مناسبت سے نماز کو مسمار کہا گیا ہے جواب اسکا بزرگوں نے
یہ دیا ہے کہ اس کی وجہ کا انکشاف قوت بشری سے باہر ہے یوں
سمجھو کہ یہ از قسم خاصیت ہے عقل اسکی دریافت سے عاجز و قاصر ہے
مثلاً مقناطیس کو دیکھو لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کسی کو اس کی خبر
نہیں ہے کہ ایسا کیوں ہے علاوہ ازیں بزرگوں نے اس قوم کے لئے ایک
بہت ہی واضح مثال دی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے پہاڑ پر چھوٹا
سا مکان بنا لیا تھا اور طرح طرح کی نعمت اسمیں لا کر اس نے رکھدی
تھی جب اسکا آخر وقت ہوا صاحبزادے صاحب کو اس نے وصیت
کی کہ اے فرزند میرے بعد جس قسم کا تغیر و تبدل اس مکان میں تم کرنا
چاہو تمہیں ہم اجازت دیتے ہیں مگر وہ کئی میٹھے جو خوشبو گھاس کی ہیں
اگر وہ سوکھ بھی جائیں تو انہیں اس مکان سے باہر نہ پھینکدینا۔ خدا کی
شان وہ غریب چل بسا۔ برخوردار سلمہ اس مکان میں رہنے لگے فصل
بہار کی آمد آمد ہوئی پہاڑ کا پہاڑ جنگل کا جنگل ہرا بھرا ہو گیا انواع

انواع اقسام کے خوش رنگ و خوشبو پودے نکل آئے صاحبزادے عمر دراز نے سوچا کہ ابا جان نے غالباً ان گھاس کے سٹھوں کو اسلئے یہاں کو چھوڑا تھا کہ مکان خوشبو رہے اب اس خشک گھاس کی کیا ضرورت باقی رہی جہاں ایسے ایسے گل پھول موجود ہیں حکم دیا کہ ان کو بدر کرو اور کافی مقدار تر و تازہ گلدستوں سے مکان سج ڈالا ادہر اس پرانی گھاس کا دور کرنا تھا کہ ایک سیاہ سانپ سوراخ سے نکلا اور نور نظر سلمہ کو ڈس کر چلتا ہوا۔ پھر کیا تھا فوراً حضرت ختم ہو گئے دیکھو اس گھاس میں دو فائدے تھے۔ ایک تو اس میں اور خوشبو گھاس کی طرح خوشبو بھی تھی۔ دوسرے ایک خاصیت ایسی یہ تھی کہ جہاں کہیں وہ رہے سانپ اسکے گرد پھٹکنے نہ پائے وہ گھاس گویا ایک قسم کا منتر تھی۔ اس خاصیت سے کوئی شخص واقف نہ تھا۔ صاحبزادے بلند اقبال نے اپنے کمال عقل پر غرہ کیا آخر جان عزیز کھو بیٹھے۔ یہ خرابی کیوں واقع ہوئی اسی لئے ہوئی کہ ایک مقصد کے سوا دوسرا مقصد اس گھاس کے رکھنے کا وہ نہ سمجھا یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ جو بات انسان کے دائرہ عقل میں نہ آئے وہ یہ سمجھے کہ قدرت بھی اس سے عاری ہو گیا اس

آیۃ شریف کی خبر نہیں ہے کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا!
وہ صاحبان کشف و کرامت اسی غلطی میں مبتلا ہوئے ایک بھید اسرار
شریعت سے جو ان پر ظاہر ہوا۔ وہ سمجھے کہ اس کے سوا دوسرا راز
نہیں جیسا ابلیس سمجھا تھا یہ بہت ہی بڑا دھوکا ہے جس میں سالکان
اور روندگان طریقت پڑ جاتے ہیں اور ایک سخت گھاٹی ہے جسمیں
اکثر لوگ ہلاک ہو کر رہ گئے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

رُباعی

افگند دلم رخت بمنزل گاہے
کانجا نہ برد بصد دلیلاں راہے

چوں من دو ہزار عاشق اندر ماہے
می کشتہ شوند و بر نیاید آہے

دیکھو بہت ہوشیار رہنے کا مقام ہے۔ جس سالک کا قافلہ لوٹا
گیا ہے وہ اسی بادیہ خونخوار میں۔ اس ہلاک شدہ قوم نے شریعت ورزی
سے صرف ایک ہی مقصود جانا۔ حالانکہ اسمیں دوسرے دوسرے
اسرار بھی پوشیدہ ہیں۔ کیسا عقل پہ پردہ پڑ جاتا ہے کہ انہیں کھلی
کھلی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر شریعت ورزی
میں دوسرے اسرار نہ ہوتے تو خود حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو انکی نماز کی کیا حاجت تھی کہ پائے مُبارک ورم کرجاتے تھے۔ کیا آپ یہ نہیں فرما سکتے تھے کہ نماز اُمت پر واجب ہے۔ پیغمبر پر واجب نہیں آخر آپ نے یہ کیوں ظاہر فرما دیا کہ نبی کے لئے نو بیبیاں بیک وقت جائز ہیں۔ مگر اُمت کے لئے بیکوقت چار بیوی سے زیادہ جائز نہیں پھر آپ نے روضۂ وصال خود رکھا اور اُمت کو منع فرمایا۔ بہر کیف علماء ہوں مشائخ ہوں۔ صوفی ہوں کوئی صاحب ہوں جنکو واقعی کمال حاصل ہوا وہ جانتے ہیں کہ شریعت کا کوئی رکن بھید سے خالی نہیں ہے اور ہر رکن سے سعادت آخرت وابستہ ہے۔ اگر بزرگوں کے معاملات پر غور کرو تو سمجھو کہ شریعت کے ساتھ ان کے کیا کیا آداب رہے ہیں مرتے دم بھی آداب شریعت سے مُنھ نہیں موڑتے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا جب وقت آخر ہوا ضعف کا عالم طاری تھا حسب حکم ایک صاحب وضو کرانے میں مشغول ہوئے عجب اتفاق کہ وہ صاحب ریش مُبارک میں خلال کرانا بھول گئے۔ آپ نے خود سے ان کا ہاتھ پکڑا اور اس سُنت کو پوری کیا حاضرین نے عرض کی کہ اے ہمارے دین کے سردار ایسے نازک وقت میں تو اسقدر تکلیف کی اجازت نہیں آپ نے کہا

سچ ہے مگر یہ بھی تو دیکھو کہ اللہ کس کی بدولت ہے اسی شریعت نے زری نے وہاں تک پہنچا دیا۔ بیشک جو اہل کمال ہوتے ہیں ان کی یہی روشن رہی ہے۔ البتہ اہل غرور تھوڑی بات میں پھول جاتے ہیں ان کا عجب حال ہے جس چیز کو نہیں دیکھتے ہیں سمجھتے ہیں کہ وہ چیز ہی نہیں ہے کیا نماز کے اسرار کو جاننا کھیل تماشا ہے۔ بڑے بڑے حقیقت آشنا بھی نہیں جانتے کہ پانچ وقت کی نماز کیوں ہوئی تکبیر تحریمہ و قیام و قعود دیگر ارکان کیوں مقرر کئے گئے اور یہ ترتیب کیوں رکھی گئی کہ صبح کی نماز فرض دو رکعت ظہر و عصر کی نماز فرض چار چار رکعت، مغرب کی نماز فرض تین رکعت عشاء کی نماز فرض چار رکعت اور رکوع ایک بار سجدہ دو بار ہر بات میں ایک بھید اور خاصیت ہے باوجود حصول کمال اگر نماز کی بھی پابندی رہے گی تو البتہ موت کے وقت اثر ظاہر ہوگا اور اسکا راز کھلے گا اگر نماز کی پابندی نہ ہوگی تو کوئی کمال وقت پر کام نہ آئے گا۔

بے نمازی صوفی موت کے وقت جب اپنی حالت خراب دیکھتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہائے وہ کمال کیا ہو گیا جواب ملتا ہے کہ مسمارنہ تھا

جبرئیل کی ابلیس کیسا تھا کیا ہوا یہی ہوا کہ سارا کمال ایک نافرمانی کھو بیٹھی یہی وہ گھاٹی ہے جہاں سالک مغرور ہو کر لٹ جاتے ہیں اور اصلی راز ان پر نہیں کھلتا۔

مثنوی

مرا بے دانشے در راہ گمراہ — کہ راہ دور و تاریک ست بر چاہ

چراغ علم و دانش بیش خود آر — وگرنہ در چہ افتی سرنگونسار

فغان زین صوفی در غار ماندہ — وے در علم خود بے کار ماندہ

اے بھائی جو لوگ واقعی خوش نصیب اور حق رسیدہ ہیں ان کو دو آنکھیں ملتی ہیں ایک آنکھ سے صفات آفات نفسانی دیکھتے رہتے ہیں اور دوسری آنکھ سے صفات کرامت یزدانی ملاحظہ کرتے رہتے ہیں جس وقت اس کی نوازش واکرام کا مشاہدہ کرتے ہیں ناز کرتے ہیں اور جب عجز و آفات خاک پر نظر پڑتی ہے پانی پانی ہو جاتے ہیں واللہ اکبر گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ۔ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم ؎ ای شوریدہ عراقی سوختہ آتش فراق پر بد و نمایند کی حالت جس وقت طاری ہوتی تو کس دردناک لب و لہجہ میں کہہ گذرتا کہ یا لیتنی کنت ترابا و لم اعرف هذ الحدیث کاش کہ میں خاک

ہوتا اور مجکو محبت سے کچھہ سروکار نہ ہوتا اور جب ازدوبرباندید کی شراب پییا تو مستی میں یہ نعرہ مارتا کہ ملائکہ ملکوت اور ساکنان ملاء اعلیٰ کہاں ہیں حاضر آئیں اور میرے تخت دولت کے سامنے ہاتھ باندھ کر سیدھے کھڑے ہوجائیں اسی راز کو کسی نے کہا ہے۔

فرد

گہیم داغ فراغت وہ باغ وصال | گہیم جائے نشیب وگاہ بلند

اب تصویر عالم محبت وطلب کا دوسرا رُخ بھی دیکھو اس مرد خدانے (آدم علیہ السلام) جسوقت ساری ملکوتی طاعت کی پونجیوں کو آتش عشق سے جلا کر خاکستر کر دیا تھا اور بہشت کا مالک بنایا گیا تھا اسی محبت کی بدولت اس پر ایک سخت وقت آپڑا اور ایک بڑی مہم کا سامنا ہو گیا ندا ہوئی کہ عاشق یوں چین سے نہیں رہتا اور اس آسانی سے نہیں کھاتا پیتا۔ یہاں سے جاؤ اور جا کر قوت بازو اور جانفشانی سے روزی حاصل کر و کیا تماشا ہے کہ خوشی میں اس قدر کم وقت گذرا اور تین سو برس غم وحسرت میں گذارنا پڑیں

اللہ اللہ

گرچہ کنی قہر بسے رازما
روئے نشکائیت نہ کسے رازما

والسّلام

اٹھارہواں مکتوب

غلط نگاہ عوام کے بیان میں

برادرم شمس الدین۔ تمہیں معلوم ہو کہ بعض بعض عوام الناس محض شبہوں اور خیالات فاسدہ کی بدولت دینداری و دین سے ایسے محروم ہیں کہ گمراہ ہو رہے ہیں۔

ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ خدائے عزوجل طاعت سے خلق کے بے نیاز ہے۔ اسکو ہمارے عمل کی حاجت نہیں۔ طاعت و معصیت اس کی بے نیازی کی بارگاہ میں سب کی سب مساوی و برابر ہے۔ پھر خواہ مخواہی کیوں ہم اپنے کو ایک مصیبت میں ڈالیں اور نماز و روزہ وغیرہ کی تکلیف برداشت کیا کریں۔

جواب۔ اس شبہ سے سراسر جہالت کی بو آتی ہے غالبا
اس گروہ نے دلمیں یہ جانا ہے کہ شریعت جس کام کا حکم دیتی ہے
اس سے اللہ تعالیٰ کا فائدہ ہے۔ نعوذ باللہ یہ بالکل محال و باطل
ہے۔ بلکہ دین کا جتنا کام آدمی کرتا ہے۔ سب میں نفس نفیس اسی
کا فائدہ ہے کہ ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ ومن عمل
صالحا فلنفسہ۔ اس بدبخت جاہل کی مثال ہو بہو ایسی ہی ہے
کہ ایک بیمار کو طبیب پرہیز کا حکم دے بیمار پرہیز کرے اور یوں
کہے کہ ہماری بدپرہیزی سے طبیب کا بگڑتا کیا ہے پھر خوب اطمینان
سے ہر طرح کی چیز کھانا شروع کر دے اسمیں شک نہیں کہ طبیب کا
نقصان کچھ نہ ہوگا۔ مگر بیمار صاحب بہت جلد قبر کا کونا بسائینگے
طبیب کو کوئی ذاتی غرض تو تھی نہیں مگر اپنی رضامندی کی سبب
چاہتا۔ وہ تو صرف اس کی شفا و صحت کا خواہاں تھا۔ اگر مریض
طبیب کے حکم پر چلتا تو اچھا ہو جاتا چونکہ کہنا نہ مانا موت سر پہ
کھیل گئی۔ دیکھو طبیب کا کچھ نہ بگڑا مریض کی جان مفت گئی۔
دوسرے گروہ کا یہ خیال فاسد ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا کریم

درحیم ہے ہزار ہم گناہ کریں ہم کو ضرور بخشدیگا۔ کون شریعت کی زنجیر میں اپنے کو اسطرح جکڑے۔

جواب بیشک وہ بڑا کریم و رحیم ہے۔ مگر صرف کریم و رحیم ہی سمجھنا شیطان کا دہوکا ہے۔ جیسا وہ کریم و رحیم ہے ویسا ہی وہ شدید العذاب بھی ہے۔ اور حکیم و تدبیر بھی ہے۔ تم ہمیشہ دیکھتے ہو کہ ہزاروں آدمی تکلیف میں ہیں ہزاروں آدمی غریب و محتاج ہیں حالانکہ خزانہ الٰہی میں کوئی کمی نہیں ہے ہر طرح کا سامان عنایت وہ کرسکتا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔

دیکھو کسان جب تک دانہ نہیں چھینٹتا ایک گیہوں اس کو ہاتھ نہیں آتا۔ اور کوئی آدمی زندہ و تندرست نہیں رہ سکتا۔ جب تک غذا نہ کہے پانی نہ پیئے۔ اور بیمار اچھا نہیں ہوتا جب تک علاج نہ کرے۔

جسطرح ان چیزوں کے لئے اسباب مقرر ہیں دین کی عادت کے لئے بھی اسباب ہیں۔ ذرا خیال کرنے کی بات ہے کہ مسلمان ہوکر آدمی نشہ خواری کرے۔ چوری کا مرتکب ہونا میں

مبتلا ہو۔ سود کھایا کرے۔ نماز سے بھاگا بھاگا پھرے۔ روزہ سے جان چرائے زکوٰۃ سے منہ موڑے اور طرح طرح کے برے کام کیا کرے۔ باوجود اس کے اُمید رکھے کہ اللہ تعالیٰ کریم و رحیم ہے ہمارے گناہ معاف کرے گا اور گناہوں کا بدلہ نہ دے گا یہ کہنا اسکا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کو تین قسم کا مرض لاحق ہوتا ہے۔ کفر جہل کاہلی کفر و جہل دونوں تو روح کے لئے سراسر زہر ہیں۔ ان کا تریاق اگر ہے تو علم و معرفت ہے اور کاہلی ایک ایسی بیماری ہے کہ اگر اسکا علاج نہ ہوا تو انسان ہلاک ہو کر رہ جائے گا۔ اسکا علاج نماز پڑھنا اور ہر قسم کی طاعت بجا لانا ہے۔ اب بتاؤ جو شخص زہر کھائے گا اور تریاق استعمال نہ کرے گا کیسے بچ سکتا ہے یا امراض گرم میں لالچ سے شہد وغیرہ کھائیگا تو زندہ رہے گا۔

زیادہ تر دل کی بیماری کا تعلق خواہشات نفسانی سے ہے خواہ اسکو شکم سے تعلق ہو خواہ اسکو صلب سے اگر شکم کو لقمہ حرام کی فکر ہوتی ہے صلب کو بوالہوسی تماشہ بینی سوجھتی ہے

اسی صورت میں دو حالتوں کے لیے دو حکم ہیں۔

۱۔ جو شخص نفسانی خواہشات پر چلا مگر گناہ کو اس نے گناہ سمجھا ایسا شخص ہلاکت کے قریب ہے۔ اس کے لیے خوف ہلاکت ہے۔

۲۔ جس نے گناہ کیا اور گناہ کو گناہ نہ سمجھا اس کے لیے خوف ہلاکت نہیں ہے بلکہ وہ ہلاک ہو چکا ہے کیونکہ گناہ کو گناہ نہ سمجھنا کفر ہے اور کفر ہلاک کے لئے لازم ہے۔

تیسرے گروہ کی یہ حالت ہے کہ ریاضت بدنی میں مشغول ہوتے ہیں اور یہ خیال دماغ میں بیٹھا رکھتے ہیں کہ غصہ اور شہوت اور دیگر صفات ذمیمہ سب کے سب ریاضت سے نیست و نابود ہوتے ہیں اور تربیت کا منشا بھی یہی ہے یہ سوچکر کچھ دنوں تک محنت اور ریاضت کی چکی پیستے ہیں تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت سلامت جو غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں نہ غصہ غائب ہوا نہ شہوتیں نابید ہوئیں تب گھبرا کر کہنے لگے کہ یہی ریاضت کا حاصل ہی کیا ہوا اگر ذرا سی بھی فائدہ نہ ہوا تو کیا ہوا بس ہمارا اسلام لیجئے ہم باز آئے کیونکہ ایسا عمل نہ اصلا ہوا ہے نہ ہوگا آدمی بھی جس صفت پر پیدا

ہوا ہے۔ اس کا بدلنا ناممکن ہے پھر ہم کیوں اپنے کو اس پریشانی میں ڈالیں۔

جواب :۔ شریعت نے کہاں اور کب یہ حکم دیا ہے کہ شہوت وصفات بشریت کو بالکل نکال ڈالو بلکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یوں فرمایا ہے کہ میں بشر ہوں مجھکو بھی غصہ آتا ہے۔ چنانچہ غصہ کا اثر چہرہ انور پر ظاہر ہوتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے غصہ پینے والوں کی قرآن شریف میں تعریف کی ہے۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ جس کو بالکل غصہ نہ ہوگا اس کو اس آیت شریف کی کیا برکت حاصل ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس قوت مردانگی اگر بری چیز ہوتی تو پیغمبروں کو نہ ملتی۔ خود ہمارے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نو محل تھے۔ قوت مردانگی تو ایسی نعمت ہے کہ اگر زائل ہو جائے تو اسکا علاج کر کے لوٹانا چاہئے تاکہ بیوی بچوں پر رحمت وہمدردی پیدا ہو۔ کثرت توالد تناسل اور نیک نامی کی بقا اسی طاقت کے باعث رہتی ہے۔ غصہ کی خوبی اس کے موقع پر دیکھو خصوصاً جنگ میں جس وقت کفار کا مقابلہ ہو۔ غصہ و مردانگی :

دونوں صفتیں ایسی ہیں کہ پیغمبروں نے ان کو عزیز رکھا ہے لیکن
جس طرح خود ان پر غالب رہے ہیں امت کو بھی حکم دیا ہے کہ ان
صفتوں کو مغلوب رکھیں غصہ ہو مگر شریعت کے دائرہ سے باہر
نہ ہو۔ قوت مردانگی رہے لیکن شریعت کی حد سے تجاوز نہ کرے
دیکھو! جب خاص طریقہ کے شکار میں گھوڑے اور کتے کی ضرورت
پڑتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ گھوڑا کتا دونوں تعلیم یافتہ ہوں۔
ورنہ گھوڑے کی ایک پٹک میں شکاری صاحب پشت بر زمین
رسیدہ ہوں گے اور کتا مالک کو کاٹ کھائے گا شکار ہوا ہو جائیگا
غصہ و شہوت کی مثال گھوڑے کتے کی سی ہے۔ آخرت کی سعادت
ترک نہ ہوگی جب تک یہ دونوں صفتیں انسان میں نہ ہونگی انکا مغلوب
ہونا البتہ ضروری ہے نابود ہونا تو بالکل برا ہے ان کی غالب ہونے میں
بیشک خوف ہلاکت ہے ورنہ سراسر فوائد ہیں۔ ریاضت کا مقصد یہ
گروہ جو یہ سمجھا کہ صفات نفسانی ناپید کردے جائیں یہ بالکل غلطی ہے
طلبہ ریاضت کی غرض ان صفتوں کا مغلوب ہونا ہے۔ مغلوب ہونا بہت
ممکن ہے ایسا برابر ہوا اور ہورہا ہے چوتھے گروہ پر یہ حماقت سوار

ہوتی ہے کہ سب کام تقدیر پر موقوف ہیں جو سعید ہوتا ہے وہ
ماں کے پیٹ سے جو شقی ہوتا ہے وہ ماں کے پیٹ سے ازل ہی میں
سب کچھ ہو چکا اب تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ عمل کی حاجت نہیں
جو ہونا ہے خود سے ہو رہیگا۔

جواب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسوقت یہ فرمایا کہ
سعادت و شقاوت ازلی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کیا
ہم لوگ اسی پر ایمان لاکر عمل سے منہ موڑ لیں۔ ارشاد ہوا نہیں، اعملوا
فکل میسر لما خلق له عمل کیے جاؤ تاکہ ترقی نہ رکے۔ اگر تمہارے نصیب
میں سعادت ہے نیک کام کرنے کی تم کو توفیق پیدا ہوگی۔ بات یہ
ہے برادرے سعادت کا ظہور طاعت سے ہوتا ہے اور شقاوت کا
ظہور معصیت سے۔ مثلاً جس کے نصیب میں بھوکا مرنا ہے اسکو روٹی
یا دوسری غذا نہ ملے گی یہ دروازہ اسپر بند ہوگا۔ اسی طرح جسکی
قسمت میں تونگری ہے اسپر کاشتکاری اور تجارت کا راز کھولدیا
جاتا ہے اور وہ اسی کام میں لگ جاتا ہے جس کی تقدیر میں یہ لکھا
ہے کہ فلاں سرزمین مغرب میں اس کی موت آئے گی مشرق کی راہ اسپر

بند ہو جاتی ہے۔ ادھر کا وہ قصد ہی نہیں کرتا۔

حکائت ایک دفعہ ملک الموت حضرت سلیمان بن داؤد پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے تھے یکایک حاضرین میں کی ایک شخص کی طرف ذرا تیز نظر سے انہوں نے دیکھا۔ دیکھتے ہی وہ آدمی ڈر گیا بعدہ ملک الموت رخصت ہو کر چلے گئے۔ آخر اس شخص کے دلمیں ایسا ڈر سمایا کہ بصد آرزو منت حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس نے درخواست کی کہ یا حضرت (ہوا) کو حکم دیا جائے کہ فوراً مجھے زمین مغرب میں پہنچا دے۔ جب وہ جا چکا اور اس کی روح وہ قبض کر چکے تو پھر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ اسوقت اس شخص کو تم نے اس تیزی سے کیوں دیکھا تھا۔ ملک الموت نے کہا مجھے حکم خداوندی تھا کہ دوسرے گھنٹہ میں فلاں سرزمین مغرب میں اس کی روح قبض کیجائے۔ مگر میں حیران تھا کہ اس حکم کی تعمیل ہو تو کیونکر ہو۔ آخر مجبور ہو کر کڑی نظر سے اس کو میں نے دیکھا۔ چونکہ اس کی تقدیر میں وہاں مرنا تھا اسلئے اس کے دلمیں خوف پیدا ہوا اور اس درخواست کرنے

پر وہ مجبور رہوا کہ مجھے سرزمین مغرب پہونچا دیجئے پھر حضرت سلیمان
علیہ السلام کا اس کی بات مان لینا اتنے اسباب جب جمع ہوئے ہیں۔
تو وہ حکم ازلی پورا ہو کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں جس کے نصیب میں
سعادت ہوتی ہے اس کے دلمیں نور ایمان ہوتا ہے وہ عبادت
و ریاضت کرتا ہے صفات ذمیمہ کو مغلوب رکھتا ہے قرآن شریف
میں آیا ہے فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام
مجبوری اب ہمکو یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس گروہ کے نصیب میں
دوزخ میں جانا ہے اس کے دلمیں یہ بات ڈالدیجاتی ہے کہ سعادت
و شقاوت ازلی ہے۔ عمل کی کچھ حاجت نہیں۔ عمل ایک فضول
کام ہے یہ سوچکر وہ گروہ عمل سے باز رہتا ہے۔ سچ ہے جس کی تقدیر
میں جہالت ہوتی ہے لکھنے پڑھنے سے کیسا کتراتا ہے۔ ٹال مٹول
کرتا ہے اگر نصیب میں اس کے علم ہوتا تو خود اسکا ہونہار پن خود
اس کی معنوی سرداری اس کے دل میں ڈالدیتی کہ بغیر طلب و محنت
علم حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح کاشتکاری گندم وغیرہ کا حال ہے
جب تک زمین جوتی نہیں جاتی۔ بیج چھپا نہیں جاتا۔ آب پاشی

نہیں جوتی کسان غلہ نہیں کاٹتا۔ جس کاشتکار کے نصیب میں غلہ کاٹنا نہیں ہوتا ہے وہ اپنی بدبختی سے نہ زمین سینچتا نہ تخم ریزی کرتا۔ پس سمجھ لو کہ ایمان وطاعت سعادت کی نشانی ہے۔ اور کفر ومعصیت شقاوت کی علامت ہے ممکن ہے کہ اس قسم کے احمق لوگ یہ بھی کہتے ہوں کہ ایمان وطاعت محدث کو سعادت ازلی اور کفر ومعصیت محدث کو شقاوت ازلی سے کیا مناسبت ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ گروہ مذکور اپنی رکیک عقل سے اس کی اصلی وجہ دریافت کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ عقل مختصر اس کی کہاں اس بات کی متحمل ہے کہ اسرار کو جان سکے اور اندازہ کر سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شبہہ یا حجت نے خرابی پیدا نہیں کی ہے بلکہ حماقت غالب ہو کر اپنا کام کر رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ پیغمبر علیہ السلام نے واقعی بہت صحیح فرمایا کہ مادر زاد نابینا کے علاج سے یا مردہ کے زندہ کرنے سے کبھی عاجز نہ آئے۔ مگر کسی احمق نے اگر انکار کیا تو اس کا علاج ہم سے نہ ہوگا۔

اے بھائی انسان کا معاملہ نہائت نازک ہے۔ ابھی

یعنی اگر علم و حکمت کی روش پر اسکا عمل ہے تو وہ فرشتہ ہے۔
دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام کو ما هذا بشرا ان هذا الا

مثنوی

ملک کریم ؤ

گر رود دست شہ یقین استوار   گر درود یا نم از آتش برآر

اور اگر تابع ہوائے نفسانی ہے اور شیطانی کوششوں کی
تاک بچھانکساہے تو ملعون ہے۔ دیکھو بلعم باعور کی حالت مثلہ

مثنوی

کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث

اے شدہ خوش نو زنیک بارگی   چون خر و گوسالہ علف خوارگی

حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی یا داؤد کن
کالطیر الحذر ولا تامن ولا تستقر یعنی نادان وہ
مرغ ہے جو قفس تنگ میں رہنا پسند کرے اور ہرے بھرے باغ کا
قصد نہ کرے جب انسان میں بلند پروازی نہیں ہے اور وہ اس تنگنائے
دہر میں آسودہ ہو رہا ہے تو گویا وہ ایک ہمدنی پر دار جانور ہے
جو قفس میں بند کر دیا گیا ہے اور دانہ پانی دیکھ کر خوش ہو رہا ہے
ارواح انسانی کا تو حال یہ ہے کہ رات دن ہر لمحہ اسکے

دریچہ سے سر نکالتی ہے اور چاہتی ہے کہ اڑ چلیں۔ مثنوی

آنکہ دریں پردہ نوائیش ہست
خوشتر ازیں حجرہ سرائیش ہست

اوج بلند ست در دمی پرم
باش کہ از ہست خود مگذرم

والسّلام

انیسواں مکتوب

امراض ظاہر اور باطن کے بیان میں

برادرم شمس الدین سلمہ اللہ۔ حقیقتاً سمجھو اور یقین جانو کہ انسان دو جوہر مختلف سے پیدا ہوئے ہیں۔ ایک علوی دوسرا سفلی جسطرح جوہر سفلی یعنی یہ جسم جو آب و آتش خاک و باد سے بنا ہے اس کو مرض قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔ اسی طرح جوہر علوی یعنی ارواح کو بھی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ جسطرح امراض سفلی کے لئے اطبا ہیں کہ ان کے علاج سے مرض دور ہو جاتا ہے صحت حاصل ہوتی ہے اور

ہلاکت سے آدمی بچ جاتا ہے اسی طرح امراض علوی کے لئے بھی انبیا ہیں جن کے علاج سے جملہ امراض باطنی اگرچہ وہ محسوس نہیں ہوتے۔ اور عقل میں نہیں آتے مگر سب کے سب دفع ہو جاتے ہیں اور ہلاکت کی محل سے نجات ہوتی ہے جوہر سفلی کے امراض ذلیل کے طبیب تو حکما ہیں اور جوہر علوی کے امراض و علت کے طبیب انبیا ہیں ان کے بعد مشائخ ہیں کیونکہ یہی لوگ انبیاء کے خلیفہ ہیں اسی مقام کی بات ہے کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ جس طرح کہ جوہر سفلی کا مریض بغیر طبیب حاذق کے ہلاکت بالکل قریب ہے اسی طرح جوہر علوی کا مریض بھی بغیر پیغمبر یا شیخ کامل اور راہ رفتہ او خلیفہ پیغمبر تدرکے جس کی شان العلماء ورثۃ الانبیاء ہے ہلاکت کے قریب ہے۔ ہم جیسے کم نصیبوں کے وقت میں جسطرح اطبا جوہر سفلی کم اور ناپید ہو گئے طبیبان جوہر علوی کا بھی کم اور گم ہو گئے۔ ناچار ہم جیسے بید دلت و بدنصیب کی ہلاکت کے سوا بات کیا باقی رہی ہاں وہ تو کوئی چیز ایسی نہ رہی جس سے صحت و حیات و فلاح و نجات کی امید کیجئے مگر یہی آیت پاک کہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

دیگر واضح ہے) کہ اُمیدوار رہنا اور اس کی شرطوں کو پوری نہ کرنا اور اس کے اسباب مہیا نہ کرنا کیسی بات ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ خداوند تعالیٰ کی) قدرت سے باہر ہے نہیں باہر نہیں ہے مگر کارخانہ حکمت کے خلاف ضرور ہے (جب اس طرح قلعی کھلگئی تو بتاؤ اب ہم کو کیا کرنا چاہیئے) ہم اپنے سر پر خاک ڈالیں اور اپنے معصیت پر ماتم کریں اور اس بات کو خوب سمجھیں کہ ہمارے پاس اب سوائے غرور وپندار کے کچھ نہ رہا یوں ہزار دو ہزار لاکھ دو لاکھ ہیں کوئی آدمی کام کا نکل آیا تو الا ماشاء اللہ الشاذ کالمعدوم میں داخل ہے اسکا کوئی اعتبار نہیں) اب اسکو سُنو کہ ہم نے پیغمبر یا شیخ کی طبیب سے مثال کیوں دی) اس لئے کہ جسطرح طبیب نبض دیکھکر بیمار کے علت ومرض سے واقف ہو کر مختلف ادویہ اور شربت بیمار کی قوت کا اندازہ کرکے بتاتا ہے اور کسی دوائے دو ماشہ اور کسی سے تین ماشہ اور کسی سے چار ماشہ لے کر معجون تیار کرتا ہے اور بعض چیز کا استعمال جائز اور بعض کا استعمال خطرناک کہتا ہے تاکہ طبیب مریض کی اعتدال پر آجائے اور مائل بصحت ہو جائے

اور ہلاکت سے محفوظ رہے اسی طرح پیغمبر وقت یا نائب پیغمبر کو
جب وقوف ہو جاتا ہے کہ اس شخص کے اعتقاد میں کیا کیا مرض
لاحق ہے تو احکام شریعت سے ایک ایسا نسخہ تجویز کیا جاتا ہے کہ
وہ بیمار باطن استعمال کرسکے اور اس سے فائدہ اُٹھا سکے - کبھی
دو رکعت کبھی تین رکعت کبھی چار رکعت سے ایک معجون مرکب
تیار ہوتی ہے اور کوئی چیز حلال اور کوئی حرام کر دی جاتی ہے ۔
تاکہ عقیدت کی تنوّنیں خواہشات کے اختلافات اور امراض کی
رنگا رنگی ترتیب کے ساتھ اعتدال پذیر ہو اور صحت عاجل ہو -
خطرہ ہلاکت سے نجات ملے - تم کو تعجب ہوگا کہ احکام و شرائع
کہاں نسخہ و معجون کہاں ان دونوں میں کیا مناسبت ہے ہاں
برادران دونوں میں خاص مناسبت ہے مگر یہ صیغہ راز کی بات
ہے جب تک بصیرت حاصل نہیں ہوتی آدمی سمجھ نہیں سکتا
دیکھو اگر جوہر سفلی کا بیمار طبیب کی مخالفت اختیار کرے گا اور اس
کے کہنے کے خلاف کھانا پینا چاہے گا تو مرض ضرور بڑھتا جائے گا
اور ہلاکت کی نوبت آئے گی اسی طرح جوہر علوی کا مریض اگر شریعت

کی مخالفت شروع کرے گا اس کے حکم کے خلاف کام کرے گا تو یقینی مرض ضلالت روز بروز قوی تر ہوتا جائے گا اور بے شبہہ جہالت کی موت میں مریگا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا تو بیماری لئے ہوئے اٹھیگا مگر اب کیا ہوتا ہے وہ در د تو آج لا علاج ہو گیا وہ اس کی عذاب دوزخ ہے وہیں ابدًا وسرمدًا رہنا ہے اور جلنا ہے اور اگر بر عکس اس نے احکام صاحب شرع کی نگاہداشت کی نواہی سے اجتناب رکھا اوامر کو بجالایا تو ایسی تندرستی باطنی حاصل ہوتی ہے کہ جیا تو جیا ہی ہے مرا بھی جیا ہو جاتا ہے ایک مستند قول سنو الا ان اولیاء اللہ لا یموتون بل ینقلون من دار الی دار اولیا اللہ مرتے نہیں بلکہ اس مکان سے اس مکان میں نقل کرتے ہیں موت ظاہری کے بعد بھی ان کی عقل کامل رہتی کالبد درست رہتا جوارح مضبوط تھے روحانی غذاؤں سے حقوق اپنے پورا کر لیتے ہیں قیامت کے بعد ہمیشہ ہمیشہ جنت بہار رہیں گے روح وریحان کا مزا ہے کہ اب ثابت ہو گیا جسطرح جسم کے طبیب حکما ہیں دل کے طبیب انبیاء

ہیں اور ان کے بعد ان کے خلفا اب کیا ہو یا در زار بدنصیبی ہم کو
نگل چکی اور ادبار نے ہم کو ڈبو دیا۔ صحبت رسولی برحق ناپید ہوگئی
کیونکہ وہ دروازہ ہی مسدود ہو چکا ہے اور خلیفہ پیغمبر کا ملنا بھی
دشوار ہو گیا کیونکہ ان کی ذات بابرکات بھی عالم میں کم کم ہے
اور اگر کوئی بزرگ شاذ و نادر ہیں بھی تو چھپے ہوئے ہیں۔ ہم
مدبر وہ مقبل اب ہم ان کو ڈھونڈ کر نکالیں تو کیونکر نکالیں اور
ہم وہاں تک پہنچیں تو کیونکر پہنچیں گویا یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ در بھی
بند ہی ہو گیا۔ خسرو کی جان پر رحمت نازل ہو کیا خوب کہا ہے

در مجلس صالت دریا کشند مستاں چہ دور خسرو آمدی در سبو نماندہ

ایسی صورت میں ہم جیسے بیماردل مریضوں خاکساردن بدنصیبوں
کے لئے سوا اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ ان کی کتابیں جسمیں عقائد
و معاملات ان کے لکھے ہوئے ہوں اور روش و طریقے ان کے
درج ہوں ان کو دیکھیں اور اپنا امام و پیشوا اسی کو بنائیں اگر
آفتاب دولت ہم بدنصیبوں کے وقت میں غروب ہو گیا تو جبر
ہائے چراغ تو ہے ھذا کتبو منا کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

از بخت بدم اگر فرو شد خورشید   از نور رخت مہا چراغے گیرم

اگر خدا نخواستہ کہیں ان کی کتاب دیکھنا بھی نصیب نہ ہو

تو اسوقت کیا ہم کیا تم کیا فرعون کیا نمرود کیا ابولہب کیا ابوجہل

سب برابر۔ دوسرا رخ یہ ہے، کہ نا امیدی کی کوئی وجہ نہیں

خون جگر پیتے رہو جانکنی کرتے رہو خوب اضطراب پیدا کرو اچھی

طرح شور و فریاد سے کام لو۔ دیکھو تو سہی کسطرح لطف کی ہوا

افتادگان خاک کو اڑا لیتی ہے اور گلشن تقرب میں پہنچا دیتی ہے

دیکھو سات لاکھ برس سے طاعت و عبادت کے ملک میں

کیسے کیسے سالکان سجادہ نشیں تھے اور خانقاہ عصمت میں کیسے

کیسے حضرات عزت و حرمت کے مصلے پر تکیہ لگائے بیٹھے اور دل

ہی دل میں سمجھ رہے تھے کہ خلافت حق اس دائرہ سے باہر جاتی

کہاں ہے ناگاہ نسیم لطف کے ایک جھونکے نے آب و خاک پامال

کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ندا ہوئی انی جاعل فی الارض

خلیفہ اور ان کی کچھ پرواہ نہ کی۔ جانتے ہو ایسا کیوں ہوا اسلیے

تاکہ کوئی مطیع اپنی طاعت و عبادت پر ناز نہ کرے اور کوئی مفلس

افتادہ نومید نہ ہو۔ اسی پر موقوف نہیں جماعت ساحران فرعون کی طرف نظر کرو دیکھو عنایت سابق نے لطف سے کیسا کام کیا کچھ نہ دیکھا کہ یہ لوگ جادوگر ہیں اور کام ان کا جادوگری و خذلان و بطلان ہے اسی حال میں جس وقت وہ ساحری و جادوگری میں مشغول تھے اور تمام نجاستوں سے ملوث تھے موحد حقیقی بنا کر تخت توحید پر بٹھا دیا اور تاج معرفت سر پر رکھ دیا کیسا عجیب و غریب تماشا سارے جہان کو دکھا دیا کہ ہم جب کسی افتادہ و تباہ کار کو قبول کرتے ہیں تو اس بات کو نہیں دیکھتے کہ وہ کون ہے اور جب کسی سربلند کو نظر سے گراتے ہیں اس وقت بھی کچھ خیال نہیں کرتے کہ وہ کیا ہے اور کام اسکا کس درجہ کے لائق تھا۔ والسلام

بیسواں مکتوب

اولیاء پر انبیاء کی فضیلت کے بیان میں

برادرم اعز شمس الدین تمہیں معلوم ہو کہ ہر وقت تجھے وجہ

باتفاق جملہ مشائخ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین ولی اللہ جتنے ہیں سب پیغمبروں کے تابع ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو اولیاء پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ ولائت کی جو نہائت ہے نبوت کی ہدائت ہے۔ ہر نبی درجہ ولائت پر فائز ہے مگر کوئی ولی نبی نہیں ہو سکتا اس امر میں علمائے اہل سنت وجماعت ہوں یا محققین اہل طریقت ہوں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ سب کے سب متفق ہیں۔ مگر ملحدوں کا ایک گروہ ہے کہ وہ اولیاء کو انبیاء پر فضیلت دیتا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اولیاء ہر وقت مشغول بحق ہیں اور انبیاء بیشتر اوقات دعوت خلق میں مصروف رہتے ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ ہر گھڑی جو شخص اللہ کے دھیان میں رہے گا ضرور اس شخص سے افضل ہوگا۔ جو بعض بعض وقت خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے جواب انبیاء علیہم السلام کا یہ غائت کمال ہے کہ دعوت خلق سے ان کی مشغولی حق میں حجاب واقع نہیں ہوتا مشاہدات روحی وسری اپنی جگہ پر قائم ہیں اور یہ کام بھی ہو رہا ہے۔ دوسرا گروہ حلولیوں کا ہے اس کو صوفیوں

کی محبت کا دعوی ہے اور ان کی جانب حسن ظن بھی ہے اور ان کا
اتباع بھی کرتے مگر اس خیال خام میں پڑ گیا ہے کہ مقام ولایت
مقام نبوت سے برتر ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ نبی کے ہاں پہلے
وحی آتی ہے بعد اس کے نبی کو علم ہوتا ہے اور ولی سے سراسر
راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں بلکہ ولی ان اسرار سے واقف
ہوتا ہے جن کی نبی کو خبر تک نہیں ہوتی۔ یعنی علم من لدنی ولی کو
ملجاتا ہے۔ جیسا کہ خضر علیہ السلام کو تھا موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم
نہ تھا۔ اور کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام ولی تھے۔ حضرت موسیٰ
علیہ السلام نبی تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جب تک
ظاہری وحی نہ آتی احکام و اسرار وغیرہ سے آگاہ نہ ہوتے۔
خضر علیہ السلام کو علم من لدنی تھا غیب جانتے تھے۔ اسی وجہ
سے اس کی نوبت آئی کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی شاگردی
قبول کی۔ استاد یقینی شاگرد سے افضل ہوتا ہے۔ یہ باتیں بالکل
لغو مہمل ہیں جو لوگ مذہب کے سردار ہیں اور جن کے دین پہ
اعتماد ہے وہ لوگ ان باتوں سے بیزار ہیں ان کے نزدیک

کوئی شخص دنیا میں ایسا نہیں جو انبیاء علیہ السلام سے بلند مرتبہ ہو۔ یا ان کے رتبہ کے برابر ہو۔ تاہم اس بات کا جواب بزرگوں نے دیا ہے **جواب** خضر علیہ السلام کو فضل مقید تھا یعنی ان کو علم من لدنی تھا نبوت نہ تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فضل مطلق تھا کیونکہ پیغمبر اولوالعزم تھے۔ فضل مقید فضل مطلق پر کیونکر غالب ہوگا۔ اور اس کو کسطرح باطل کرے گا۔ دیکھو پارسا بی بی مریم رضی اللہ عنہا کو اس کی فضیلت حاصل ہے کہ بغیر مس بشر کے اللہ تعالیٰ نے ان کو فرزند عیسیٰ علیہ السلام اعطا فرمایا۔ باوجود اس کے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ و حضرت بی بی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما پر ان کو فضیلت نہیں ہے۔ فضل مقید فضل مطلق پر کیونکر غالب ہوگا۔ یہ دونوں بیبیاں تمام نساء عالم سے آزاد آدم علیہ السلام تا یوم قیام قیامت افضل و اعلیٰ ہیں۔ قطع نظر ان باتوں کے ہم قذبہ کہتے ہیں کہ اگر اولیاء اللہ کے باطنی اور ظاہری احوال و قلبی واردات و برکات ریاضت و مجاہدہ سب کو ایک پلے پر رکھو۔ اور نبی کا ایک قدم جو راہ

صدق میں رکھا ہے۔ اس کے اخلاص کو ایک پلے پر رکھو تو نبی کا پلہ اتنا جھک جائے گا کہ ولی کا پلہ بالکل بے وزن نظر آئے گا ولی اللہ راہ طلب میں آتے ہیں چلتے ہیں تو ہزار مشکل سے منزل مقصود تک پہنچتے ہیں اور انبیا علیہ السلام بغیر جد وجہد خدا رسیدہ ہو جاتے ہیں اور مطلوب پا لیتے ہیں۔ دعوت خلق میں کبھی جو مشغول ہوتے ہیں تو وہ مشغول ہونا ان کا باذن اللہ ہوتا ہے۔ لاکھوں آدمی ان سے ہدایت پاتے ہیں مشرک موحد کافر مومن بنتا ہے۔ اگر دنیا اولیاء اللہ سے بھری پڑی ہو۔ اور نبی عالم میں ایک ہی ہو جب بھی ولیوں کی تمام فضیلتیں ایک جا جمع ہو کر نبی کے فضل کے برابر نہیں کر سکتیں۔

اولیاء اللہ جب منتہائے کمال کو پہنچتے ہیں اور مشاہدات کی خبر دیتے ہیں اسوقت حجاب بشریت سے نکلتے ہیں۔ رسول کو جسدن خلعت نبوت ملتا ہے اسیوقت مشاہدہ کی بات جیسا اس سے سرزد ہوتی ہے۔ نبی کی ابتدا جب ولی کی انتہا ہو پھر اسکو اس پہ قیاس کرنا ہی فضول امر ہے۔

خواجہ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ انبیاء کے
متعلق آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ہیہات ہیہات ہماری
طاقت ہے کہ اس بارگاہ میں کچھ دخل دے سکیں جہانتک ہماری
فہم اور ادراک کرے گی وہ ہمارے مرتبہ کی بات ہوگی۔ نتیجہ یہ نکلا
کہ جس طرح اولیاء کا مرتبہ عام خلق پر پوشیدہ ہے اسی طرح انبیاء
کا مرتبہ اولیاء کی نظر سے نہاں ہے اولیا صحرائے ربوبیت میں سیر
کرتے ہیں انبیاء ہوائے ہویت میں اڑتے ہیں کہاں سیر کہاں طیر
پھر خواجہ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ
سِرّ مجکو عروج حاصل ہوا۔ بہت عجائب قدرت دکھائے گئے۔
کسی طرف میں نے رخ نہ کیا۔ بہشت و دوزخ بھی دیکھا کچھ التفات
نہ کیا۔ یہانتک کہ کل پردہ اور حجاب اوٹھا دیا گیا اوسوقت میں
یک مرغ ہوگیا اور ہوائے ہویت میں اڑنے لگا اڑتے اڑتے
میدان احدیت میں مشرف ہوا۔ وہاں درجہ ازلیت نظر آیا۔ غور
سے جو دیکھا تو وہ مجھسے باہر نہ تھا۔ مجھے بڑی شکستگی پیدا ہوئی۔
عرض کی بارخدایا جب تک وہم ہی مجھ میں باقی ہے تجھ تک رسائی

محال ہے۔ اس ترقی پر بھی میں خودی سے چھٹکارا نہیں پاتا ہوں
اب مجکو کیا کرنا چاہیئے حکم ہوا کہ خودی کے پنجہ سے جب ہی تیری رہائی
ہوسکتی کہ تو میرے دوست (حضرت رسول صلعم) کی متابعت میں
ثابت قدم رہے اور اپنی آنکھوں میں اس کی خاک قدم کا سرمہ
لگاتا رہے۔ دیکھو یہ معراج بایزید تھی یعنی کمال قرب و کرامت
کا درجہ بایزید کو عطا ہوا تھا۔ مگر باوجود اس مرتبہ کے جو حکم ان
کو ہوا اس سے بمقابلہ درجہ ولائت بارگاہ رسالت کی شان کیا
ظاہر ہوتی ہے علاوہ ازیں معراج کی حالت پر غور کرو دیکھو
نبی کو جو معراج ہوئی وہ کھلم کھلا تشخصیت کے ساتھ ہوئی یعنی
جسمانی ہوئی۔ اور ولی کی معراج کو تعلق ہمت و اسرار کیساتھ ہوتا
ہے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ جو چیز انبیار کو اظہار کے ساتھ روا ہے
اولیاء کو اسرار کیساتھ ہوگی دوسرے انبیار کا جسم مبارک
صفائی پاکیزگی و معنی قربت میں اولیائے کے دل اور سر کے مقابلہ
میں ہے۔ اب دیکھو کتنا فرق ہے درمیان اس شخص کے جس کو
تشخص کے ساتھ معراج ہوا اور جس کی معراج از روئے سر ہے۔

اب تم فضل انبیاء کو اولیاء پر جب اچھی طرح جان چکے تو ایک مسئلہ اور بھی اسی کے مناسب سن لو۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ باتفاق اہل سنت وجماعت و جمہور مشائخ طریقت انبیاء معصوم و اولیاء محفوظ فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔ بخلاف معتزلہ کے یہ لوگ ملائکہ کو انبیاء پر فضیلت دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ فرشتوں کا مرتبہ زیادہ بلند ہے خلقت ان کی نہائت لطیف ہے۔ اللہ کے وہ بہت مطیع فرماں بردار ہیں یہ صفت انبیاء کی نہیں ہے اسلئے فرشتے افضل ہیں جواب ہمارا یہ ہے کہ مطیع ہونا رتبہ رفیع ہونا خلقت لطیف ہونا اس کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو افضل بنایا ہے۔ ہاں وہ شخص افضل ضرور ہے جس کو خدا فضیلت دے۔ دیکھو اگر فضیلت طاعت وعبادت پر موقوف ہوتی تو اس کے مستحق استان مسیحی کے لوگ ہوتے۔ مگر وہ اس امت سے افضل نہیں ہیں۔ باوجودیکہ عبادت کی ان کی انتہا نہ تھی اور اگر فضل رتبہ وجوہر پر موقوف ہوتا تو ابلیس لعین کو حضرت آدم علیہ السلام پر فضیلت ہوتی کیونکہ آدم کی تخلیق خاک ظلمانی سے ہوئی اور ابلیس آتش نورانی سے بنایا گیا

پس معلوم ہوا کہ فضل اسی کو ہے جس کو خدا افضل بنائے اور جس کو قبول کرے۔ دوسرے ملائکہ کی طاعت و معرفت گو یا اضطراری ہے کیونکہ نہ اس قسم کی بھوک ہے نہ قوت مردانگی نہ دل میں حرص و طمع ہے نہ طبیعت میں مکاری و غداری ہے نہ حصول رزق کیلئے ان کو حیلہ و تدبیر کی ضرورت ہے۔ غذا ان کی طاعت و عبادت ہے مشرب ان کا اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری ہے۔ انسان کو دیکھو اس کی سرشت میں کھانے کی رغبت عورت کی خواہش ہے گناہ اس سے ہوتے ہیں اور ہو سکتے ہیں دنیا کی ساز و سامان ہر وقت دل کو بیکل کرنے والے حرص و مکاری رگ و پے میں دوڑی ہوئی شیطان کو اتنا دسترس حاصل کہ خون کے ساتھ ساتھ چکر لگا رہا ہے نفس امارہ ایک خبیث سیکڑوں شر کی جڑ۔ ایسی ذات جس میں اتنی بلائے ناگہانی موجود ہوں وہ حتی الامکان اپنے کو شہوت رانی سے محفوظ رکھے۔ فسق و فجور سے پرہیز کرے باوجود حرص دنیا سے منھ پھیرے۔ وسواس شیطانی ہزار ترغیب دیں وہ گناہ پر نفس لاکھ غرور و حب و جاہ وغیرہ کی راہ دکھائے وہ اصلی۔ وہ سا

پر قائم رہے۔ عبادت پر اس کو قناعت ہو طاعت پر مداومت ہو نفس پر جہاد کرے۔ شیطان سے لڑائی رکھے درحقیقت ایسا شخص افضل ہوگا۔ یا وہ افضل ہوگا جسمیں خواہشات نفسانی نہ ہو۔ شیطان اسکو بہکا نہ سکے غذا کی اس کو حاجت نہ ہو۔ زن و فرزند کی اسکو فکر نہ ہو۔ اپنے بیگانے سے اسکو سروکار نہ رہے۔ اسباب و آلات کا وہ محتاج نہ ہو۔ امید و بیم کی کشاکش سے اسکو واسطہ نہ ہو۔

سبحان اللہ کیا بارگاہ رسالت ہے اور کیا شان محمدی ہے ذرا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے مراتب پر نظر رکھکر اس بات کو دیکھو تو سہی کہ تمام عمر کی جان توڑ عبادت کے صلہ میں ان کو کیا ملتا ہے یہ دولت دیجاتی ہے کہ معراج کی شب آنحضرت صلعم کے براق کی وہ خدمت کرتے ہیں اور اسکو سج سجا کر سامنے لاتے ہیں اور اسی خلعت شاہی پر ان کو ناز ہوتا ہے۔ پھر ہم یہی کہیں گے کہ فرشتے اس شخص سے افضل کیونکر ہو سکتے ہیں جو نفس امارہ کو مارتا

ہے۔ رات دن ریاضت و مجاہدہ کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی اسپر عنایت۔ اپنا دیدار اس کو دکھاتا ہے۔ ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھتا ہے حاصل کلام یہی ہے کہ خدا جسکو فضل دے وہی افضل ہے اور جس کے سر پر فضل کا تاج رکھے وہی بادشاہ ہے حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مثنوی

ببین چندیں ہزاراں سال ابلیس　　نبودش کار جز تسبیح و تقدیس
ہمہ طاعات او برہم نہادند　　ز استغنائے حق بر باد دادند
دلش خونابہ جائے محنت آمد　　تنش دستار خوان لعنت آمد
ہمہ جانہائے صدیقاں نجوں است　　کہ میداند کہ سر کار چوں است
جگر خوں می شود زیں یاد مارا　　ز استغنائے حق فریاد مارا
تو میخواہی ز تسبیح و نمازی　　کہ تا خوشنود گردد بی نیازی
نمازت توشہ راہ درازست　　ولی او از نمازت بی نیازست
خدا را کبریائی بے نیازی ست　　ترا خبر ہستی دیگر چہ بازی ست

بہر کیف نبی کے مقابلہ میں ولی کی کوئی ہستی نہیں ہے مگر جو

ولی محفوظ ہے وہ فرشتوں سے افضل ہے۔ مرتبہ ولائت ایک سر ہے اسرار حق سے مجاہدہ وریاضت پر یہ موقوف نہیں۔ اس قدر پردہ استتار میں شان ولائت رہتی ہے کہ ولی کو ولی کے سوا دوسرا پہچان نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر اظہار ولائت سب عقلا پر جائز ہوتا تو دوست دشمن کا فرق نظر آجاتا اور واصل وغافل کی تمیز ہوجاتی مرضی خداوندی نے اس موتی کو ردولائت اصدف خواری میں عام خلق سے چھپا رکھا اور نشان گم ناموں کے دریا میں ڈالدیا طالب صادق اس تک پہنچ کر جان پر کھیلتا ہے۔ دریائے آدمی خوار میں غوطے لگاتا ہے۔ قعر میں اترتا ہے تاکہ مراد اس کی پوری ہو دنیا میں اسکا جو حال ہو اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ ایک جانباز نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے

مثنوی

بگذر از جان و عقل یکباری
تا بفرمان عشق ره ری یاری
عشق را آہنگ آن جہان کردن
شرط نبود مگر حدیث جان کردن
باحیات تو دین بدست ناید
شب مرگ تو روز دین زاید
آن ہوائی کہ پیش از پس باشد
رسم و عادت بود نہ دین باشد

اے بھائی ہر چہ باد اباد غم عشق اور درد طلب سے خالی نہیں رہنا چاہیے کثرت معصیت و خلاف ورزی کی وجہ سے ناامیدی ہونا بھی زیبا نہیں دیکھو اس معاملہ کو دیکھکر عقول ملکی و بشری کارخانہ ایزدی میں سرگرداں و حیراں ہوئے ہیں۔

واقعہ ایک شخص مدین پہنچتا ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں نوکری کرتا ہے۔ ان کی صاحبزادی حضرت صالحہ سے اسکا عقد اس شرط پر ہوتا ہے کہ دو سال گلہ بانی و شبانی کرنا ہوگا چارو ناچار وہ غریب اس مدت کو پوری کرتا ہے اس کے بعد اہلیہ سمیت پیدل روانہ ہوتا ہے ایک وادی خوفناک میں پہنچ کر تھک کر بیٹھ جاتا ہے جاڑے کا موسم ہے گھٹا ٹوپ بادل چھایا ہوا ہے اندھیرا گھپ ہو رہا ہے۔ بھوک سے نڈھال ہے سردی کی تیز ہوا جان کے لالے پڑ رہے ہیں ہزاروں آفات و بلا کا سامنا ہے مجبور ہو کر وہ غریب اللہ یار اہلیہ کو تنہا چھوڑ کر آگ کی تلاش میں باہر نکلتا ہے۔ لطف قدیم ناگاہ خلعت نبوت سے آراستہ کرتا ہے

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال کہ آگ لانے کو جائیں

پیغمبری ہو جائے و اصطنعتک لنفسی ہم نے تمہیں اپنا دل بہلانے کو خاص کر لیا ہے ۔ کیا خوب کہا ہے ۔

حق بہ شبان تاج نبوت دہد   ورنہ نبوت چہ شناسد شبان

یہ تو لطف و عنائت کا پہلو تھا ۔ قہر و جلال کے رنگ کو بھی دیکھ لو ۔ بلعم باعور جو بشریت سے گذر چکا تھا ۔ ملکوت کی سیر کیا کرتا تھا عالم ولائت میں بڑا نامدار شخص تھا ۔ لشکر ہوا پر اس کا قبضہ تھا ۔ بادِ بے نیازی عالم قہر سے ناگاہ ایسی چلی کہ اس آندھی نے اسے اُڑا پھینکا اور مردار خوار کتوں کی سکری میں باندھ دیا ۔ عالم میں منادی کر دی گئی کہ فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث ۔

اب ایک نئی رنگ کی بات سُنو بھائی قسم ہے اس کی عزت و جلال کی کہ جیسی رحمت بہشت و آرام بہشت کی وجہ سے نیک بندوں پر ہے ویسی ہی عنائت دوزخ اور عذاب دوزخ کے سبب سے عام خلق پر ہے ان لوگوں پر سختی اور ان کو ڈر ڈرانا نہیں ہے دیکھو تو بھی کس درجہ تشفی بخش یہ فقرہ ہے یرید اللہ بکم الیسر

ولا یرید بکم العسر نہیں دیکھتے ہو تم کہ سونے کو آگ پر کس لئے
رکھتے ہیں تاکہ کھوٹے پن اسکا جل جائے کھرا سونا نکل آئے اسی
معنی کے لحاظ سے عاصی کو دوزخ میں لیجاتے ہیں تاکہ پاک ہو کر
اس پاک بارگاہ میں حاضر ہو۔ اس لئے نہیں کہ درد میں غمناک
رہے جلا جلا کے مارا جائے۔ کیا خوب کہا ہے اس راز دار عہد الست
نے معاصینا فی الازل لا یمنعہ عن ایجادنا فمعاصینا
کیف یمنعہ عن تطہیرنا بالعفو والغفران یعنی ازل ہی میں
باری تعالیٰ ہمارے گناہ سے واقف تھا اور وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ
گناہ کریں گے۔ جب یہ علم اس بات سے مانع نہوا کہ وہ ہم کو پیدا
ہی نہ کرتا۔ تو معصیت تو حادث ہماری جس کو ہم اس عالم میں کر رہے
ہیں کیونکر مانع ہوگی عفو و بخشش سے اس بنا پر ہر گھڑی لا تقنطو
من رحمۃ اللہ کی صدا گوش جان میں پہنچ رہی ہے اور رہائی
اس سے کھلی پڑی ہے۔ یہ جو حدیث شریف میں آگیا ہے کہ لولم
تذنبوا لذہب اللہ بکم ولجاء بقوم یذنبون فیستغفرون
اللہ فیغفر لھم۔ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایک دوسری

قوم پیدا کرتا وہ گناہ کرتے اور وہ ان کو بخشتا۔ سبحان اللہ یہ حدیث گناہگاروں عاصیوں کے لئے ایک عجیب بشارت تازہ ہے۔

مثنوی

مشو ای عاصی بیچارہ نومید	کہ چوں پیدا شود اشراق خورشید
اگر افتد بقصر بادشاہی	ہم افتد نیز بر کنج گدائی
کسی کو برہنہ افتادہ بر راہ	درو ہم تابد آں خورشید درگاہ
چو کار مخلصاں آمد خطرناک	گنہگاراں برند این گوی چالاک

والسلام

تمام شد

خاتمۃ الطبع

اللہ تعالیٰ کا بیحد شکر ہے کہ اس نے خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اپنے بندوں کے لئے صراط مستقیم کو منور فرمایا اور حق و باطل کی تمیز عنایت فرما کر ہم کو حق کے اختیار کرنے اور باطل سے اجتناب کرنے کی توفیق دی۔

اور چونکہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جوں جوں بعد ہوتا جاتا ہے بندے منزل مقصود سے دور پڑتے جاتے ہیں اسلئے اس نے امت میں ایسے اولیاء کا ایک سلسلہ قائم رکھا جو تتمیم ہدایت کا کام کریں۔ ایسے ہی بزرگان دین کو لوگ اوتاد و اقطاب و ابدال وغیرہ کے نام سے یاد کرتے ہیں چنانچہ ہمارے مخدوم شرف الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی ایک بزرگ ہیں۔ مقدمہ کتاب میں آپ نے مخدوم صاحب کا کچھ حال پڑھ لیا ہوگا اسلئے یہاں اسکو دوبارہ بیان کرنیکی ضرورت نہیں ہے مقصود صرف اسقدر عرض کرنا ہے کہ مخدوم صاحب

کی متعدد تصنیفات اور بالخصوص مکتوبات صدی کے پڑھنے سے اسکا
صاف پتہ لگتا ہے کہ شریعت و طریقت کا بیر اصلی نہیں ہے بلکہ لاعلمی و جہالت
کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ مجھکو اسکا فکر لاحق ہوا کہ اگر مخدوم صاحب کی
یہ کتاب کسی ترکیب سے لوگ پڑھ لیں تو ایک بہت بڑی کمی پوری
ہو جائے علما کو علم ہو جائے کہ ایک زبردست متبحر عالم شریعت کا
پابند رہکر طریقت کے اعلی مدراج طے کر کے اسکے بلند ترین مقام پر پہنچ
جاتا ہے اور آجکل کے نام نہاد جاہل صوفیوں کو معلوم ہو جائے کہ اپنے
کو تصوف اور طریقت کے بہانہ سے شرع کی پابندیوں سے آزاد سمجھنا
ان کی جہالت اور ضلالت ہے اصلی تصوف نہیں ہے۔ لیکن دقت یہ ہوئی
کہ جس طرح چند سال قبل اسکا رونا تھا کہ مسلمانوں نے عربی پڑھنا چھوڑ
دیا اور انگریزی دانوں میں عربی جاننے والا نہیں ملتا ہے اسی طرح
اب اس کی نوبت آگئی ہے کہ انگریزی داں اور عربی داں سب ہی فارسی
سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور غریب فارسی اب ہندوستان میں ایک
اجنبی کی حیثیت رکھتی ہے الغرض ایک مشکل تو زبان کی تھی اور دوسری وجہ

یہ تھی کہ جس نے مخدوم صاحب کی کتاب کا نام سُنا خریداری کا شوق ظاہر کیا اور زیادہ ہمت کی تو خرید کر بحفاظت یہ کہہ کر رکھ دیا کہ بہت عمدہ کتاب ہے اطمینان سے پڑھیں گے لیکن وہ اطمینان کا وقت نہ کبھی آتا ہے نہ وہ اسکو پڑھتے ہیں۔ الغرض اسی ادھیڑبن میں پڑا تھا کہ خیال آیا کہ اتحاد مرحوم کو تازہ کروں۔

۱۹۱۲ء میں ایک ہفتہ وار پرچہ بنام اتحاد مسلمانوں کے رسوم کی اصلاح کی غرض سے جاری کیا گیا تھا لیکن مچھلی بازار کانپور کی مسجد کی شہادت کے ساتھ اسکو بھی شہادت نصیب ہوئی۔ میرا خیال ہوا کہ اگر وہی اخبار دوبارہ جاری کیا جائے اور اسمیں تھوڑا تھوڑا بالاقساط بامحاورہ ترجمہ شائع ہوا کرے تو قوی اُمید ہے کہ لوگ پڑھا کریں گے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ میری ارادت اور خلوص محبت نے حضرت سجادہ نشیں صاحب کے در دولت کی طرف ہماری رہنمائی کی خوش قسمتی سے جناب سید شاہ نجم الدین احمد صاحب برادر خورد جناب سجادہ نشیں صاحب نے ترجمہ کی خدمت اپنے ذمہ لی اور اخبار اتحاد میں بالالتزام مکتوبات صدی کا ترجمہ شائع ہونے لگا۔ لوگوں نے جیسی

کی امید تھی نہایت قدر کی اور تقاضا شروع کیا کہ یہ ترجمہ کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ محفوظ رہ سکے چنانچہ لوگوں کے سخت اصرار سے میں نے اسکو اس شکل میں شائع کیا ہے جو ناظرین کے ہاتھوں میں ہے اگر لوگوں نے اسکو پڑھا تو میرا مدعا حاصل ہو گیا کتاب میں کچھ فروگذاشتیں بھی ممکن ہے کہ رہ گئی ہوں اگر دوبارہ طباعت کی نوبت آئی تو انشاء اللہ ان کی اصلاح ہو جائے گی۔ سردست اسی پر قناعت فرمائیں۔ اگر لوگوں کی طرف سے کافی ہمت افزائی ہوئی تو انشاء اللہ اس کے بقیہ حصے بھی اسی طرح چھپکر شائع ہو جائیں گے۔ صفحہ آئندہ پر فہرست مضامین بطور انڈکس سہولت کے لئے درج کیجاتی ہے۔

نور محمد عفی عنہ

(دفتر اتحاد بانکی پور پٹنہ)

فہرست مضامین